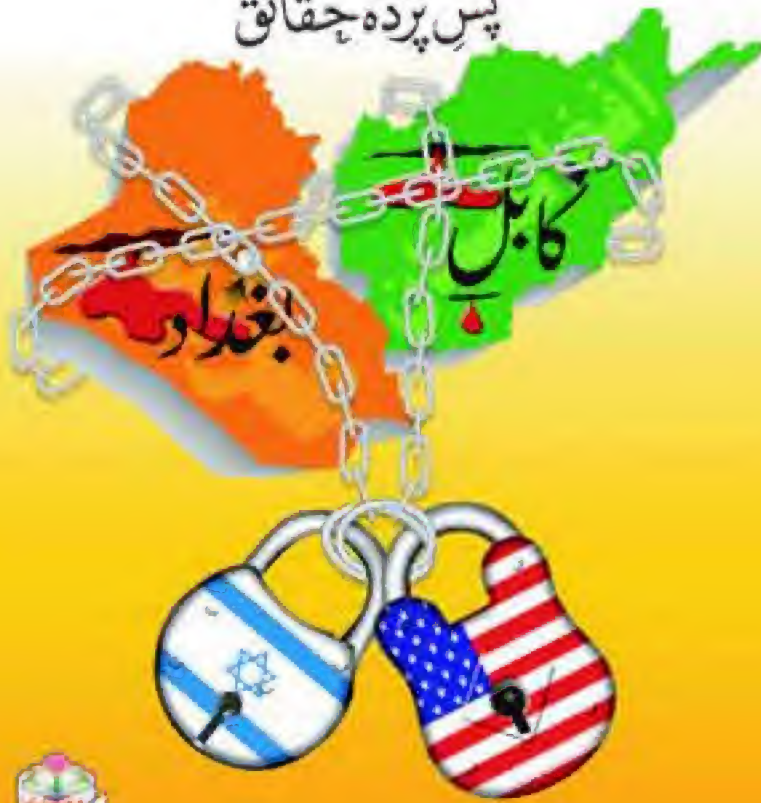


سقوطِ کابل و بغداد

پس پردہ حقائق



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

*** توجہ فرمائیں! ***

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب.....

عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔

مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ

لوڈ (UPLOAD) کی جاتی ہیں۔

متعلقہ ناشرین کی اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔

دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات کی

نشر و اشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

*** تنبیہ ***

کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر
تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

نشر و اشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں

ٹیم کتاب وسنت ڈاٹ کام

webmaster@kitabosunnat.com

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب

سقوطِ کابل بغداد

پس پردہ حقائق

جمع و ترتیب:

سیف اللہ خالد

تعداد _____ گیارہ سو

اشاعت اول اکتوبر 2003ء

ناشر _____ دارالاندلس

قیمت _____

ملنے کا پتہ

۳۔ لیک روڈ، چوہدری لاہور

دارالاندلس

فون: 7230549-7231106

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سقوطِ کابل و بغداد پس پردہ حقائق

سیف اللہ خالد



4- لیک روڈ چوہدری لاہور
فون: 7231106-7240940

دارالافتاب
مکتبہ

فہرست

مسلمانوں کے موجودہ المناک حالات کا بنیادی سبب

17	مسلمانوں کے موجودہ المناک حالات کا بنیادی سبب	❁
18	کیا عصری سائنسی انقلاب سے بے نیازی زوال کا سبب ہے؟	❁
20	سائنسی انقلاب کو سبب کہنے والوں کے دلائل	❁
21	تاریخ سے ان دلائل کا رد	❁
24	قلت وسائل و تعداد زوال کا سبب نہیں	❁
25	جب قلمتیں کثرتوں پر غالب آئیں	❁
25	اندلس کی فتح کا راز	❁
27	محمد ابن قاسم کی سندھ پر یلغار	❁
28	صلیبی جنگ کس نے جیتی؟	❁



28	زوال امت کے اسباب	✿
28	غدارى	✿
30	بغداد کی شکست اور غدارى	✿
31	محمد بن قاسم سے غدارى	✿
32	اندلس و افریقہ کی شکست اور غدارى	✿
33	غرناطہ کی شکست اور غدارى	✿
34	ٹیپو سلطان کی شکست اور غدارى	✿
34	مجاہدین بالاکوٹ کی شکست اور غدارى	✿
41	طالبان کی شکست اور غدارى	✿
42	باہمی اختلاف	✿

سقوط بغداد کیوں ہوا؟

49	سقوط بغداد کیوں ہوا؟	✿
52	خود فریبی چھوڑیں، بغیر اصلاح کیے ہم اپنی باری کو ٹال نہیں سکتے	✿
54	صرف مسلمانوں پر عذاب کیوں؟	✿
55	ہمارا بہت بڑا جرم.....شرک	✿

59	امت کی نافرمانیوں کا خمیازہ اہل حق کو بھی اٹھانا پڑتا ہے
64	امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے اہم فریضہ سے پہلو تہی کا عذاب
68	اصلاح و تطہیر مایوسیوں کو فتح و نصرت میں بدل دے گی
70	عرب ممالک عرب ازم اور قومیت پرستی کا شکار
71	عرب ممالک کی جہاد سے دوری
73	یہود و نصاریٰ سے دوستی کا انجام
77	وقت کی اہم ترین ضرورت
78	سنجھل اونا مرادی سے کھیلنے والے!

اللہ اپنے بندوں کی مدد کب کرتا ہے؟

83	اللہ اپنے بندوں کی مدد کب کرتا ہے؟
83	قوت الہی
87	اللہ کے وعدے
88	مظاہر نصرت الہی
89	اللہ کے بندے سے سلوک
93	نصرت الہی کے اسباب و شروط

93	اللہ کے دین کی مدد	✿
94	ایمان باللہ	✿
95	قتال فی سبیل اللہ	✿
96	امتحان پاس کرنا	✿
99	ضعفاء و فقراء کی مدد کرنا	✿
100	نصرت الہی اور جہاد افغان	✿
104	بدروجنین جیسی مدد	✿

آسمانی مدد کا موسم اور ہماری ذمہ داری

109	آسمانی مدد کا موسم اور ہماری ذمہ داری	✿
114	ہمارے کرنے کے کام	✿







عرضِ ناشر

«الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى أَشْرَفِ
الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ وَبَعْدُ !»
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”عنقریب تم پر ہر طرف سے قومیں اس طرح ٹوٹ پڑیں گی جیسے کھانا کھانے
والے دسترخواں پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔“ ہم نے کہا: ”یا رسول اللہ ﷺ! کیا
ہماری یہ حالت قلتِ تعداد کی وجہ سے ہوگی؟“ فرمایا: ”تم تعداد میں بہت زیادہ
ہو گے لیکن تمہاری حیثیتِ سمندر کی جھاگ کی سی ہوگی۔ تمہارے دشمن کے سینوں
سے تمہارا رعب نکل جائے گا اور تمہارے دلوں میں ”وہن“ پیدا ہو جائے گا۔ ہم
نے عرض کیا: ”وہن کیا ہے؟“ فرمایا: ”زندگی سے محبت اور جہاد کی موت سے
نفرت۔“

[مسند احمد: ۲۷۸/۵۔ ابو داؤد، کتاب الملاحم]

”سقوطِ کابل و بغداد“ رسول اکرم ﷺ کی اسی پیش گوئی کی منہ بولتی تصویر ہے۔
ڈیڑھ ارب مسلم آبادی کی موجودگی میں دو مسلم ریاستوں کو کفر کی اتحادی افواج نے جس
طرح تہس نہس کیا۔ جانوں کا تلف، عزتوں کی نیلامی، آبادیوں کی تباہی اور کیمیاوی
ہتھیاروں کا بے دریغ استعمال، یہ سب اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا نتیجہ تو نہیں۔ فرمایا:

«الآن تَنْفَرُوا يُعَذِّبُكُم عَذَابًا أَلِيمًا وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ»
 ”اگر تم اللہ کے راستہ میں نہ نکلے تو اللہ تعالیٰ تمہیں دردناک عذاب دے گا اور تمہاری جگہ اور قوم لے آئے گا۔ تم اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔“

”سقوطِ کابل و بغداد“ حقیقت میں افغان اور عراق جنگ کے دوران شائع ہونے والے ان مضامین کا مجموعہ ہے جن میں کفر کی یلغار کے نتیجہ میں امت مسلمہ کے عروج و زوال کی داستان کتاب و سنت، تاریخ اور حالات حاضرہ سے دلائل کے ساتھ بیان کی گئی ہے اور ساتھ یہ بات بھی واضح کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مدد کب کرتا ہے؟ اور کب مسلمان اللہ کی مدد سے محروم ہوتے ہیں۔

قاضی کاشف نیاز، مولانا محمد یوسف طیبی اور مولانا احسان الحق شہباز کے قلم سے شائع ہونے والے حقائق میں نے اس کتاب میں افادہ عام کیلئے جمع کر دیے تاکہ جو کوئی اس کا مطالعہ کرے تو اسے خبر ہو جائے کہ اصل خرابی کہاں کہاں ہے اور اس کا علاج کیا ہے؟ اس کتاب کی تہذیب و ترتیب میں بھائی محمود الحسن اسد اور بھائی محمد عمران نے خصوصی تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ ادارہ ”دارالاندلس“ کی طرف سے شائع ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اللہ قبول فرمائے۔ آمین!!

آپ کا بھائی

محمد سیف اللہ خالد ”مدیر دارالاندلس“



مسلمانوں کے موجودہ المناک حالات کا بنیادی سبب

افغانستان میں طالبان کی حکومت کے خاتمے اور پاکستان میں بعض مذہبی بالخصوص جہادی تنظیموں پر پابندیوں کے بعد عام حلقوں میں ایک بحث بڑے شد و مد سے ہو رہی ہے اور وہ یہ ہے کہ موجودہ المناک حالات کے اسباب کیا ہیں؟ اور ان کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟ اس سلسلے میں مسلمانوں کے مختلف سطح کے حلقوں کی الگ الگ آراء ہیں۔ ایک عام لبرل آدمی سے لے کر ہمارا حکمران اور معروف دانشور طبقہ یہ سمجھتا ہے کہ ہم نے ابھی اتنی سائنسی، معاشی، اقتصادی اور عسکری ترقی نہیں کی تھی کہ آج کی دنیا کے طاقتور ترین ملک امریکہ یا ایسی کسی سامراجی طاقت سے پنچہ آزمائی کر سکتے، اس لیے سب سے پہلی ضرورت یہی ہے کہ ہم سائنسی اور معاشی میدان میں



زبردست ترقی کریں اور تب ہی ہم انہیں چیلنج کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں۔

دوسری طرف اسلام پسند اور جہادی حلقوں میں ظاہر ہے بحث کا یہ انداز نہیں ہے البتہ ان میں کچھ لوگ اپنے قائدین اور اپنی تنظیموں کی پالیسیوں کو مختلف انداز سے ہدف تنقید بنا رہے ہیں۔ یہ لوگ اگرچہ تعداد میں بہت کم ہیں لیکن اس طرح کے حالات میں تنظیمی پالیسیوں پر بحث سے یقیناً ہر ساقی کا ذہن کچھ نہ کچھ اثر ضرور لیتا ہے۔ شیطان ایسے ہی کمزور مواقع کا منتظر ہوتا ہے کہ جب وہ اس طرح کے اثر کو بڑھا کر قوموں، تنظیموں اور جمعیتوں میں انتشار پیدا کر دیتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان کو اپنی ناکامی کے موقع پر وہ خرابی ضرور تلاش کرنی چاہیے جو اس واقعہ کا اصلی سبب ہو لیکن یہ تلاش ایسی نہ ہو کہ جو اسے اس کے اصل مقصد، اس کی جمعیت اور اس کی منزل سے ہی دور کر دے۔ یہ سب کچھ اگر مقصد سے متفق رہ کر، جمعیت اور اطاعت امیر کے اندر رہ کر اور منزل کی طرف اپنا رخ برقرار رکھ کر کیا جائے تو تب ہی بہتر اور مثبت نتائج مرتب ہوتے ہیں، ورنہ اپنے اپنے دور از کار فلسفوں، عجیب و غریب تجاویز، توجیہات اور بحث مباحثوں میں پڑ کر شدید اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں ہمارے ساتھ دنیا و آخرت کی ناکامی والا معاملہ نہ ہو جائے۔

کیا عصری سائنسی انقلاب سے بے نیازی زوال کا سبب ہے؟

یہاں ہم ایسے سب لبرل اور مذہبی ساتھیوں کے اشکالات و ملاحظیات تو پیش نہیں کر سکتے لیکن سب مسلمانوں کی خدمت میں ایک بڑی موٹی سی بات پیش کرنے کو دل



ضرور چاہ رہا ہے کہ جس میں ان تمام موجودہ حالات کا اصل سبب بھی سمجھ آ جائے گا اور اسی کے سمجھنے میں اس کا تدارک بھی خود ہی نکھر کر سامنے آ جائے گا۔ یہ سبب اگر دور ہو جائے تو یقیناً مانئے نہ تو سائنسی اور عسکری ترقی میں کوئی کمی ہماری کامیابی و کامرانی کی راہ میں رکاوٹ بن سکتی ہے اور نہ ہی پھر ہمیں اپنی دینی و جہادی جماعتوں کی موجودہ تنظیمی پالیسیوں میں کوئی بڑی خرابی محسوس ہوگی۔ ہمارے کہنے کا مقصد یہ نہیں کہ ہمیں سائنسی و عسکری اور علمی ترقی کی ضرورت نہیں ہے، یہ تو ہر صورت ہونی چاہیے، جتنی بھی ممکن ہو کیونکہ یہ قرآن کا حکم ہے:

﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مِمَّا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ﴾ [الانفال: ۶۰۸]

”اور (دشمن کے مقابلے میں) ان کے لیے اپنی ہمت و استطاعت کے مطابق قوت جمع کر کے تیاری کرو۔“

لیکن سائنسی ترقی میں کافروں پر برتری حاصل کرنے تک بیٹھے رہنا یا کافروں کی غلامی قبول کر لینا یا اسے ہی غلبہ و نصرت کا بنیادی سبب سمجھنا، یہ بھی اسوۂ رسول ﷺ و عمل صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف ہے جس کی تفصیل ہم آگے پیش کریں گے۔ اس طرح ہم یہ بھی نہیں کہنا چاہتے کہ تمام دینی و جہادی جماعتوں کی تمام پالیسیاں سو فیصد درست ہیں اور ان میں کسی غلطی کا احتمال نہیں۔ ایسا یقیناً نہیں ہو سکتا لیکن ہم زیر نظر تحریر میں صرف یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ لبرل لوگ یا بعض مخلص دینی ساتھی موجودہ حالات کے ضمن میں جو بھی وجوہات یا ملاحظات و اعتراضات پیش کر رہے ہیں، ان میں کوئی



ایک بھی ایسی بات نہیں جو ان حالات کا اصل سبب ہو اور جس کے تدارک کی صورت میں آئندہ ایسے حالات کے وقوع پذیر ہونے کی واقعی امید نہ رہے۔

سائنسی انقلاب کو سب کہنے والوں کے دلائل:

اس ضمن میں تاریخ اسلام پر نظر رکھنے والے بعض مخلص لوگ بھی موجودہ حالات کا غلط تاریخی تجزیہ کرتے ہوئے یہ محسوس کرتے ہیں کہ جب سے ہم عسکری ٹیکنالوجی میں غیر مسلم اقوام سے پیچھے ہوئے، اسی وقت سے ہمارا زوال شروع ہو گیا تھا۔ اس سلسلے میں وہ اپنے تئیں کچھ ٹھوس دلیلیں بھی دیتے ہیں۔ مثلاً ان کا خیال ہے کہ برصغیر میں مغلوں کا زوال ہی اس وجہ سے شروع ہوا کہ ان کی ہم عصر غیر مسلم اقوام ایجادات و اختراعات میں ترقی کر رہی تھیں۔ جنگی میدان میں بھی وہ توپوں، گنوں اور بموں کی صورت میں جدید ہتھیار استعمال کر رہے تھے جبکہ مغل حکمران ابھی تیر و تلوار پر ہی قناعت کیے ہوئے تھے۔ ان کی تیاریاں بڑھتی جا رہی تھیں۔ وہ زمین سے فضا تک کی تخنیر میں منہمک تھے۔ ایسے میں عصری سائنسی انقلاب سے بے نیاز مسلمان حکمران ان کے آگے کیسے ٹھہر سکتے تھے؟ چنانچہ انگریزوں کے مقابلے میں نہ صرف دنیا دار اور عیش پرست مغل حکمرانوں کی کچھ نہ چلی بلکہ بعد میں ٹیپو سلطان اور مجاہدین بالاکوٹ ایسے کٹھن و وطن اور مخلص و متقی دیندار بھی اپنے تمام تر جذبہ ایمانی کے باوجود انہیں روکنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ خلافت کا برائے نام کمزور ادارہ بھی اسی انقلاب کے تھپیڑوں کی تاب نہ لا کر بالآخر زمین بوس ہو گیا اور اس وقت سے اب تک ہم اس لیے



مغلوب چلے آ رہے ہیں کہ سائنسی و عسکری میدان میں ہم ان سے بہت پیچھے ہیں اور جب تک ہم اس میدان میں سبقت حاصل نہ کریں گے، ہمارے اوپر ظلم و نا انصافی کی اندھیری رات کبھی نہ ٹل سکے گی۔ اس لیے اصل اہمیت ٹیکنالوجی میں ترقی کی ہے ورنہ ہم چاہے کتنے ہی مخلص و متقی لوگ کافروں کے سامنے لاکر کھڑا کر دیں تو محض ان کا تقویٰ و دینداری ہمیں نہ پہلے کبھی بچا سکی ہے نہ آئندہ بچا سکے گی۔

تاریخ سے ان دلائل کا رد:

یہ موقف رکھنے والے بھائیوں کی خدمت میں ہم عرض کرتے ہیں، ذرا ایمانداری سے اپنی تاریخ کا جائزہ لیں۔ بتلایئے جب قرن اول ہی میں اسلام کا پھریرا آدھی سے زائد دنیا پر لہرانے لگا تھا تو کیا اس وقت ہم اسلحے اور ٹیکنالوجی کے لحاظ سے اپنی تمام ہم عصر اقوام سے سبقت حاصل کیے ہوئے تھے؟ کوئی بھی اس کا جواب ہاں میں نہیں دے سکتا۔ صورت حال تو یہ تھی کہ عالم اسلام جب پوری دنیا میں سپر پاور تھا، اس وقت بھی بہت سی جنگیں مسلمان نسبتاً اپنی کم تعداد اور کم وسائل کے ساتھ ہی لڑتے رہے لیکن پھر بھی کامیاب رہے۔

اسلام کے غلبے کی ابتدائی جنگ ہی ان حالات میں شروع ہوئی کہ مسلمانوں کے پاس لڑنے کے لیے نہ کوئی اسلحہ تھا نہ کوئی تیر، تلوار اور گھوڑے۔ تعداد میں بھی مسلمان کافروں کے مقابلے میں ایک تہائی تھے۔ وسائل کے لحاظ سے کافروں کے پاس ایک سو گھوڑے تھے تو مسلمانوں کے پاس صرف دو گھوڑے۔ کافروں کے پاس ایک ہزار



اونٹ تھے تو مسلمانوں کے پاس صرف ستر۔ اکثر مسلمانوں نے اس حالت میں جنگ لڑی کہ ان کے پاس لڑنے کے لیے صرف لکڑیاں اور درختوں کی ٹہنیوں وغیرہ کے سوا کچھ نہ تھا۔ لیکن اس قدر کم تعداد، کم وسائل اور ٹیکنالوجی کے لحاظ سے کافروں سے کم تر اسلحہ کے باوجود دنیا نے دیکھا کہ مسلمانوں نے فتح پائی اور کافر منہ دیکھتے رہ گئے۔ غزوہ تبوک کے موقع پر مسلمانوں کا مقابلہ پہلی بار وقت کی سب سے بڑی عسکری اور مادی قوت روم سے ہوا تو یہ جنگ پہلی جنگوں سے کس قدر مشکل تھی، اس کا اندازہ اس سے لگائیں کہ ایک طرف مسلمان اس وقت کی سپر پاور سے ٹکرانے لگے تھے تو دوسری طرف خود مسلمانوں میں قحط اور عسرت کا دور دورہ تھا، جس کی وجہ سے وسائل کی شدید قلت تھی۔ حالت یہ تھی کہ رسول اکرم ﷺ کی طرف سے سامان سفر مہیا نہ کر سکنے کی وجہ سے اہل ایمان حسرت و یاس سے آنسو بہاتے واپس آ جاتے۔ قرآن مجید نے اس حالت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا:

﴿ إِذَا مَا اتَّوَكَّلْتُمْ فَلْتَلَّ لَا أَحَدٌ مَّا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا
وَأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَّا يُفْقَهُوْنَ ﴾

[التوبة : ۹۲]

”وہ آپ کے پاس آتے ہیں کہ آپ انہیں (جہاد کے لیے) سواری مہیا کر دیں تو آپ ﷺ (مجبوراً) جواب دیتے ہیں کہ میں تو تمہاری سواری کے لیے کچھ بھی نہیں پاتا تو وہ رنج و غم سے اپنی آنکھوں سے آنسو بہاتے



ہوئے لوٹ جاتے ہیں کہ انہیں (جہاد میں خود) خرچ کرنے کے لیے بھی کچھ میسر نہیں۔“

غرض یہ تھی بے سروسامانی کی حالت اور چلے تھے سپر پاور کا مقابلہ کرنے، لیکن چشم فلک نے دیکھا کہ مسلمان جب جذبہ ایمانی سے سرشار ہو کر میدان میں نکل کھڑے ہوئے تو وقت کی سپر پاور گیدڑ ثابت ہوئی اور وہ مقابلے کے لیے میدان میں آنے کی ہمت بھی نہ کر سکی..... ایسے کوئی ایک دو واقعات نہیں کہ جنہیں کوئی اتفاقات کہہ کر انہیں نظر انداز کرتا ہوا آگے گزر جائے، تاریخ اسلام کا ایک ایک ورق ایسے ایمان افروز واقعات سے بھرا پڑا ہے..... غزوہ احد میں سات سو مسلمانوں کے مقابلے میں تین ہزار کفار تھے۔ غزوہ احزاب میں تین ہزار مسلمان اور دس ہزار کفار تھے۔ غزوہ خیبر میں چودہ سو مسلمان تھے جبکہ دس ہزار کفار تھے۔ غزوہ موتہ میں تین ہزار مسلمانوں کے مقابلے میں دولاکھ کفار کا لشکر صف آراء ہو گیا۔ ان تمام غزوات میں مسلمان نہایت کم تعداد کے باوجود مسلسل فتح یاب ہوئے۔ ان غزوات میں وسائل جنگ کے مقابلے کا تو یہ حال رہا کہ کفار مسلمانوں کی نسبت تین ہزار گنا زائد وسائل بھی لے کر آئے لیکن پھر بھی ناکامی ان کا مقدر ٹھہری جیسا کہ غزوہ احد میں کافروں کے پاس تین ہزار اونٹ تھے جبکہ مسلمانوں کے پاس ایک اونٹ بھی نہ تھا۔ اس طرح تعداد میں بھی وہ اس غزوہ میں مسلمانوں سے چھیا سٹھ گنا زیادہ تھے لیکن پھر بھی ان کی کچھ نہ چلی۔



قلت وسائل و تعداد زوال کا سبب نہیں:

مسلمانوں کی قلت وسائل و تعداد ایک اور پہلو سے بھی قابل توجہ ہے۔ مسلمان جب پوری دنیا پر چھا گئے، ان کی قوت و ہیبت کے آگے کسی کو دم مارنے کی ہمت بھی نہ رہی، عرب سے لے کر ایران، عراق، ہندوستان اور شام و افریقہ سے سپین و اندلس، پرتگال، اٹلی، سسلی اور فرانس تک بڑی سے بڑی قوت نے ان کے آگے سر تسلیم خم کر دیا، تب بھی وہ کفار کے مقابلے میں کہیں بھی کوئی معرکہ ہوتا تو عموماً وہ پھر بھی نسبتاً کم تعداد اور کم وسائل کے ساتھ ہی معرکہ آراء ہوتے حالانکہ اب انہیں افرادی قوت اور وسائل کی کوئی کمی نہ رہی تھی۔ وہ جتنا اسلحہ اور تعداد چاہتے، میدان جنگ میں جھونک سکتے تھے لیکن یوں معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے زیادہ تعداد اور زیادہ وسائل کے ساتھ جنگ جیتنے کو اپنے مزاج اور اپنی شان کے ہی خلاف بنالیا۔ ان کے نزدیک زیادہ قوت و تعداد کے ساتھ جنگ جیت لینا کوئی کمال نہ رہا..... وہ کافروں پر ہمیشہ یہی ثابت کرتے رہے کہ دیکھو ہم نے اس قدر کم تعداد کے باوجود بھی تم پر غلبہ حاصل کر لیا ہے تو یقیناً اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ اللہ کی نصرت ہمارے ساتھ ہے، اللہ پر ہمیں کامل ایمان و بھروسہ ہے اور صرف اسی کے نتیجے میں تم شکست سے دوچار ہوتے ہو..... کفار اگر اسلام میں جوق درجوق داخل ہوئے تو وہ صرف اسی بات سے متاثر ہو کر ہوئے تھے۔ ورنہ مسلمان اپنی زیادہ تعداد و قوت کے ساتھ انہیں مغلوب تو کر لیتے لیکن وہ اسلام سے متاثر نہ ہو سکتے اور نہ انہیں اس بات کا کبھی یقین آتا کہ



اللہ مسلمانوں کے ساتھ ہے۔ دوسری طرف مسلمان زیادہ تعداد اور کم قوت کے حصول کے چکر میں پڑ کر جہاد اور شہادت سے جی چرانے لگتے۔ چنانچہ مسلم جرنیلوں نے کبھی یہ حالات پیدا نہ ہونے دیے۔

جب قلتیں کثرتوں پر غالب آئیں!

اندلس کی فتح کا راز:

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں یرموک کے میدان میں مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان جو تاریخی معرکہ ہوا، اس میں مسلمانوں کی تعداد صرف تیس ہزار اور رومیوں کی تعداد دو لاکھ تھی۔ اس جنگ میں تین ہزار مسلمان شہید ہوئے جبکہ رومیوں نے ایک لاکھ سپاہیوں کی ہلاکت کے ساتھ شکست فاش کھائی۔ طارق بن زیاد رضی اللہ عنہ نے جب جبرالٹر کے مقام پر اندلس میں اپنے لشکر کو اتارا تو راڈرک مقابلے میں ایک لاکھ فوج لے کر آیا جو کیل کانٹے سے مکمل لیس تھی جبکہ مجاہدین کی تعداد صرف سات ہزار تھی۔ دوسری طرف طارق نے کشتیاں جلا کر اپنی فوج کی واپسی کے راستے بھی مسدود کر دیے تھے۔ نہ کوئی بھاگنے کا راستہ تھا نہ کہیں سے کمک آنے کی امید۔ حالانکہ طارق خلیفہ وقت سے جس قدر بھی لشکر اور قوت چاہتا، اسے فراہم ہو سکتی تھی لیکن طارق اپنے انہی مختصر لشکریوں اور مختصر وسائل کے ساتھ لڑا۔ ویسے نبی ﷺ کی یہ حدیث بھی ان کے پیش نظر تھی کہ زیادہ سے زیادہ بارہ ہزار مسلمانوں کی تعداد کافروں کے بڑے سے



بڑے لشکر کو بھی شکست دینے کے لیے کافی ہے۔ چنانچہ طارق رضی اللہ عنہ نے اپنے فوجیوں کو یادگار خطاب کرتے ہوئے یہ تاریخی الفاظ کہے:

”اللہ کی قسم! صرف پامردی اور استقلال ہی میں نجات ہے، اگر یہ دونوں باتیں موجود ہیں تو قلت تعداد سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا اور بزدلی، کاہلی، سستی، نامردی، باہمی اختلاف اور غرور کے ساتھ کثرت تعداد کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ خبردار! ذلت پر راضی نہ ہونا اور اپنے آپ کو دشمن کے حوالے نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے مشقت و جفاکشی کے ذریعے دنیا میں تمہارے لیے جو عزت و شرف اور راحت اور آخرت میں شہادت کا جو ثواب لکھا ہے، اس کی طرف بڑھو، اللہ کی پناہ اور حمایت کے باوجود اگر تم ذلت پر راضی ہو گئے تو بڑے گھاٹے میں رہو گے۔ دوسرے مسلمان تمہیں الگ برے الفاظ سے یاد کریں گے۔“

طارق بن زیاد رضی اللہ عنہ نے عزت و کامیابی کا جو راستہ دکھایا، وہ آج بھی ہمارے لیے رہنما ہے۔ اس نے رہتی دنیا تک کے مسلمانوں کو بتا دیا کہ حق کی راہ میں قلت وسائل و تعداد کچھ اہمیت نہیں رکھتی۔ اصل چیز ہمارا باہمی اتحاد اور اللہ پر کامل بھروسہ ہے۔ یہ نعمت اگر موجود ہے تو ہم بہت تھوڑے وسائل کے ساتھ بھی کفار کے بڑے سے بڑے لشکر کو شکست سے دوچار کر سکتے ہیں اور اگر باہمی اتحاد نہیں تو پھر ہم جس قدر بھی قوت اور تعداد کے ڈھیر اکٹھے کر لیں، ان کی حیثیت خس و خاشاک سے زیادہ



کچھ نہ ہوگی۔ اس اصول کو تمام مسلم جرنیلوں نے مشعل راہ بنایا۔

محمد بن قاسم کی سندھ پر یلغار:

محمد بن قاسم رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں راجہ داہر چالیس ہزار کا لشکر جرار لے کر آیا لیکن مسلمان مجاہدین کی تعداد صرف پندرہ ہزار تھی اور اسی کم تعداد کے ساتھ مسلمانوں نے راجہ داہر کی فوج کو شکست دی اور خود راجہ داہر بھی مارا گیا۔ قتیبہ بن مسلم رضی اللہ عنہ پورے وسط ایشیا کو تسخیر کرتا ہوا چین تک پہنچا اور خاقان چین کے بھتیجے کی قیادت میں لڑنے والے دولاکھ کے چینی لشکر کو بڑی کم تعداد کے ساتھ شکست دی اور خاقان چین کو بالآخر جزیہ دینے پر مجبور کر دیا۔ الپ ارسلان رضی اللہ عنہ نے پندرہ ہزار فوج کے ساتھ قیصر روم ارمانوس کے تین لاکھ کے لشکر جرار کو عبرتناک شکست سے دو چار کیا اور خود قیصر روم بھی گرفتار ہوا۔

اندلس کے زوال کے شروع میں بھی یہ حالت تھی کہ جب فرانس اور پرتگال کی سرپرستی میں اردگرد کے عیسائیوں کی چہرہ دستیاں بڑھیں تو مسلمانان اندلس نے شمالی افریقہ کے اس وقت کے سالار یوسف بن تاشفین رضی اللہ عنہ سے مدد کی درخواست کی۔ وہ ۱۰۸۶ء میں بیس ہزار فوج کے ساتھ اندلس میں آیا تو مقابلے میں الفانوششم ساٹھ ہزار سپاہی لے کر آیا۔ یوسف بن تاشفین رضی اللہ عنہ نے اس کی فوج کو بری طرح کچلا اور الفانوشخو بھی زخم چاٹتا ہوا میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا۔



صلیبی جنگ کس نے جیتی؟

صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے خلیفہ وقت اور عالم اسلام کے دیگر حکمرانوں کی کسی مدد و اعانت کے بغیر تنہا پورے یورپ کے ٹڈی دل صلیبیوں کے لشکریوں کا مقابلہ کیا، پہلی صلیبی جنگ میں چھینا ہوا بیت المقدس ان سے واگزار کرایا اور کافروں کے حوصلوں کو ایسا پست کیا کہ پھر وہ گزشتہ بیسویں صدی تک مسلمانوں سے بیت المقدس نہ چھین سکے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب مسلمان اکثر کم تعداد، کم وسائل اور کم تر ٹیکنالوجی کے باوجود بھی غالب رہے تو پھر ان کے زوال اور شکست کی کیا وجوہات رہیں؟

زوال امت کے اسباب

① غداري:

ان واقعات کے تناظر میں ہم یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے زوال کے اسباب یقیناً بہت سے ہوں گے اور ہو سکتے ہیں لیکن ہماری نظر میں مسلمان جب بھی زوال اور ناکامی کا شکار ہوئے تو اس کی ہمیشہ ایک بڑی اہم اور بنیادی وجہ رہی اور وہ مسلمانوں میں باہمی اتحاد کا فقدان، باہمی کشت و خون اور غداري ہے۔ اس بنیادی سبب کو ہم عملاً شاید اس قدر اہمیت نہیں دیتے لیکن اب ہم یہ بات بھی تاریخی نظائر



سے ہی ثابت کریں گے کہ مسلمانوں کی تباہی میں باہمی مناقشت اور غداری نے ایک بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ آج ہم موجودہ حالات کی وجہ عالم اسلام کی کم تر سائنسی ترقی قرار دیتے ہیں یا دینی و جہادی جماعتوں کی بعض تنظیمی پالیسیوں کو مورد الزام ٹھہرا کر اپنے آپ کو مطمئن کر رہے ہیں لیکن ہم تاریخی حقائق کے ساتھ بات کر کے ثابت کرتے ہیں کہ اگر تمہارے نزدیک یہی وجوہات ہی عالم اسلام پر موجودہ ابتلاء کا نتیجہ ہیں تو پھر ذرا اپنی تاریخ میں جھانک کر بتلائیے کہ مسلمانوں پر ایسے بھی مواقع آئے کہ جب وہ طاقت و تعداد اور وسائل ہر لحاظ سے کافروں پر برتر تھے۔ یہاں تک کہ ایک موقع پر وہ پوری دنیا پر غالب تھے، ہر طرف ان کا طوطی بولتا تھا، وہ بلا شرکت غیرے دنیا کی سپر پاور تھے لیکن پھر آناً فاناً ایسا ہوا کہ مسلمانوں کی یہ ساری ہیبت ناک طاقت تاتاریوں کے ایک ہی ہتے میں ہوا ہو گئی..... مسلمانوں کا دار الخلافہ اور دارالقوة بغداد کسی مرگھٹ کا منظر پیش کرنے لگا۔ دریائے فرات لاکھوں مسلمانوں کے خون سے کئی دن تک سرخ رہا۔ دنیا کو فکر و فلسفہ اور سائنس کی عالمانہ رہنمائی دینے والی ان کی لاکھوں کتابیں دریا برد ہو گئیں اور انہیں کوئی چیز بھی اس تباہی سے نہ بچا سکی۔ حالانکہ اس وقت مسلمانوں نے خلیفہ کی موجودگی اور سرپرستی کے ساتھ جہاد بھی کیا۔ کسی طاغوتی اور کافرنواز مسلم حکمران سے وہ کوئی تعاون بھی حاصل نہ کر رہے تھے اور نہ کوئی کافریا کٹھ پتلی مسلمان حکمران انہیں استعمال کر رہا تھا جس کا نتیجہ ان المناک حالات کو قرار دیا جاسکتا۔ اس کے باوجود مسلمان اتنی عبرتناک شکست سے دوچار ہوئے جس کی



پہلے اور بعد میں بھی کوئی مثال نہیں ملتی۔ کیا ہمیں معلوم ہے، اس وقت اس سانحہ عظیم کی وجہ کیا تھی؟ اس وقت ہم غیر مسلم دنیا سے سائنسی ترقی میں آگے نہیں تو کم از کم پیچھے بھی نہیں تھے بلکہ سبقت کی پوزیشن میں آ رہے تھے لیکن مادی و اقتصادی اور عسکری طور پر بہر حال ہم ساری دنیا پر غالب تھے۔

بغداد کی شکست اور غداری:

پھر آخر یکا یک اتنی بڑی طاقت اتنی آسانی سے شکست کھا کر تباہی و بربادی سے کیسے دوچار ہو گئی؟ بہت سے لوگوں کو یہ وجہ معلوم ہے کہ ہلاکو خان کو بغداد پر حملے کی دعوت خود خلیفہ مستعصم باللہ کے وزیر ابن علقمی نے دی۔ اس نے محض اپنے مسلکی اختلاف کے تعصب میں پورے عالم اسلام کو داؤ پر لگا دیا۔ اس وقت عالم اسلام ایک سپر پاور تھا لیکن جب اپنوں نے غداری کی تو سپر پاور بھی دھری کی دھری رہ گئی۔ کتابوں میں یہ بات بھی ریکارڈ پر موجود ہے کہ ہلاکو خان اپنی تمام تر وحشیانہ طاقت کے باوجود ڈرتا تھا کہ مسلمانوں کے اس دار الخلافہ اور خلیفہ مسلمین کے خلاف فوج کشی کرنے پر کہیں اس پر کوئی شامت نہ آجائے لیکن خواجہ نصیر الدین طوسی نے ہلاکو خان کی یہ کہہ کر ہمت بندھائی کہ جب پیغمبروں کے قتل اور شہادت حسین رضی اللہ عنہ سے کچھ نہ ہوا تو عباسی خلیفہ کے قتل سے کیا ہوگا۔ چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ پھر محض اپنوں کی غداری کے طفیل گیدڑ دشمن بھی شیر بن گئے اور مسلمانوں کے قتل عام کے لیے



ان کا سارا ڈر اور خوف دور ہو گیا ۔

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

یہی غداریاں ہی ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو شروع سے لے کر آج تک قدم قدم پر نقصان عظیم سے دوچار کیا۔ جب ہم اپنے ذاتی، مالی، مسلکی، علاقائی، لسانی اور کرسی کے مفادات کے لیے اندھے بن جاتے ہیں تو پھر تباہی و شکست ہمیشہ ہمارا مقدر بنتی ہے۔ ان مفادات و تعصبات کا شکار ہو کر جب ہم غداری کرتے ہیں تو پھر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ ہم اپنے دشمنوں سے کس قدر طاقتور یا کمزور ہیں۔ غداری ایک ایسا شعلہ ہے جو بظاہر بہت چھوٹا ہو کر بھی بڑی بلند و بالا اور مضبوط عمارت کو جلا کر خاکستر کر دیتا ہے۔

محمد بن قاسم سے غداری:

تاریخ میں کوئی ایک واقعہ نہیں، بے شمار واقعات اس بات کی تائید میں شہادت دیتے ہیں۔ محمد بن قاسم جب پورے سندھ کو فتح کرتا ہوا ملتان تک پہنچ گیا اور قریب تھا کہ سارا برصغیر اسی وقت مسلمانوں کے زیر نگیں آ جاتا کہ خلیفہ وقت نے محض خاندانی اختلاف اور عناد کی بنا پر محمد بن قاسم کو معزول کر کے واپس بلا لیا اور یہ عظیم جرنیل جس کی سیرت اور کردار سے ہندو اس قدر متاثر تھے کہ وہ اسے دیوتا اور نجات دہندہ سمجھ کر اس کا بت بنا کر پوجنے لگے تھے، لیکن اپنوں نے اس کا یہ صلہ دیا کہ وہ جیل میں ہی گل سر کر اللہ کو پیارا ہو گیا۔ کیا آج ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ محمد بن قاسم کی پالیسی میں کوئی غلطی



تھی۔ آج جہادی تنظیموں اور طالبان میں غلطیاں ڈھونڈنے والے بتائیں کہ اس وقت محمد بن قاسم سے کیا قصور سرزد ہوا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ کافروں کے خلاف جہاد کرنے والے اللہ کے ان مخلص بندوں، جہادی جرنیلوں اور جہادی جماعتوں سے کبھی کوئی بڑی بنیادی غلطی نہیں ہوئی۔ انہوں نے دشمن کے بڑے سے بڑے اسلحہ سے کبھی مار کھائی نہ قلت تعداد سے انہیں شکست ہوئی اور نہ ہی وسائل کی کمی انہیں کوئی نقصان پہنچا سکی۔ انہیں جب بھی نقصان پہنچا تو صرف اور صرف اپنوں کی غداری کے صدقے ہی ملا اور وہ بھی اس حالت میں جب وہ طاقت میں بھی دشمن سے زیادہ ہوتے۔

ہمیں اپنوں نے لوٹا غیروں میں کہاں دم تھا
میری کشتی وہاں ڈوبی جہاں پانی کم تھا

تیر کھا کے دیکھا جو کمیں گاہ کی طرف
اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہو گئی

اندلس و افریقہ کی شکست اور غداری:

اپنوں کی غداری کے یہ سیاہ اوراق تاریخ میں جا بجا بکھرے پڑے ہیں۔ طارق بن زید اور موسیٰ بن نصیر پورے شمالی افریقہ اور اندلس کو روندتے ہوئے یورپ کو پامال کرنے ہی لگے تھے کہ دربار خلافت سے ان کی واپسی کے احکامات آ گئے۔ اس وقت خلیفہ ولید بن عبدالملک مرض الموت میں تھا۔ ولید اپنے



باپ کی وصیت کے برعکس اپنے بھائی سلیمان کی بجائے اپنے بیٹے کو جانشین بنانا چاہتا تھا۔ حجاج بھی اس کا حامی تھا لیکن وہ یہ کام انجام نہ دے سکا چنانچہ سلیمان نے برسر اقتدار آ کر حجاج کے بھیجے ہوئے تمام جرنیلوں اور عمال کو معزول کر دیا۔ محمد بن قاسم کے علاوہ ان میں موسیٰ بن نصیر بھی شامل تھے۔ انہیں بھی کافی عرصہ جیل میں ڈالا گیا اور پھر رہائی کے بعد اس عظیم جرنیل کی باقی زندگی غربت و افلاس میں بسر ہوئی۔ موسیٰ بن نصیر سپین کی کامیاب فتح کے بعد فرانس اور پھر اٹلی پر فوج کشی کرنا چاہتا تھا تاکہ اس سمت سے حملہ کر کے مسلمانوں کی حریف رومی حکومتوں کو تباہ کیا جاسکے۔

مگر اے بسا آرزو! کہ خاک شد

اپنوں کی مہربانیوں نے اس کی نوبت نہ آنے دی اور ہم یورپ کی تسخیر کے اس تاریخی موقع کو پھر کبھی بھی حاصل نہ کر سکے۔

غرناطہ کی شکست اور غداری:

۱۴۶۶ء میں غرناطہ کا فرمانروا ابوالحسن علی اندلس کو عیسائیوں کی بڑھتی ہوئی دستبرد سے بچانے کی کوششوں میں مصروف تھا کہ اس کے اپنے بیٹے ابوعبداللہ نے غداری کر کے ملت کی لٹیا ڈبودی۔ وہ فرڈی نیڈ سے مل گیا اور اس کی مدد سے خود غرناطہ پر قابض ہو گیا۔ غرناطہ کے گلی کوچوں میں مسلمانوں کی تلواریں ٹکرانے لگیں۔ اس صورت حال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فرڈی نیڈ نے الورا، رونڈا، ملائد وغیرہ پر قبضہ کر لیا۔ اب صرف غرناطہ کا شہر بچ گیا تھا جو کھٹ پتلی ابوعبداللہ کے پاس تھا۔ فرڈی نیڈ



نے اسے بھی اپنے حوالے کرنے کا حکم دے دیا۔ غدار ابو عبد اللہ کی اب جا کر آنکھیں کھلیں لیکن اب سب کچھ بے سود تھا۔ مسلمان اس بری طرح سے وہاں کاٹے گئے کہ اس کی کہیں مثال نہیں ملتی۔ سینکڑوں اہم اور ممتاز مسلم شخصیات کو بھیڑ بکریوں کی طرح باندھ کر صلیبوں کے حوالے کیا گیا اور بعد میں بچے کچے مسلمانوں کو آہستہ آہستہ مکمل عیسائی بننے پر مجبور کر دیا گیا۔ یہ غداری کا نتیجہ ہے کہ ماضی کی اس عظیم مسلمان سلطنت میں آج ایک بھی مقامی مسلمان کا نام و نشان تک نظر نہیں آتا۔

ٹیپو سلطان کی شکست اور غداری:

ٹیپو سلطان کے ساتھ ہونے والی غداری سے ہمارے ہاں کوئی بے خبر نہیں۔ میر جعفر اور میر صادق کی غداری سے انگریزوں کے خلاف یہ آخری مضبوط بند تھا جو ٹوٹ گیا اور پھر اس سیلاب کو روکنا کسی کے بس میں نہ رہا۔

مجاہدین بالاکوٹ کی شکست اور غداری:

مجاہدین بالاکوٹ کی تحریک اپنے اسلامی طریقہ کار، اثرات اور انجام کے لحاظ سے ہمارے لیے اپنے اندر بہت زیادہ سبق رکھتی ہے۔ یہ برصغیر کی پہلی اسلامی تحریک ہے جس کے حالات اور طریقہ کار آج کی تحریک دعوت و جہاد سے سب سے زیادہ مماثلت رکھتے ہیں۔ اس کا مطالعہ ہمیں خصوصی طور پر کرنا چاہیے، دونوں ہی نے غیر حکومتی سطح پر اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے کام کا آغاز کیا۔ منہج، مقاصد اور طریقہ کار کے



اعتبار سے بھی دونوں میں کوئی بڑا یا بنیادی فرق نظر نہیں آتا۔ کتاب وسنت کی بنیاد پر دعوت و جہاد کو ہی انہوں نے اپنی تحریک کا محور بنایا۔ توحید کی دعوت، سنت کا احیاء، بدعات کا استیصال اور معاشرے میں پھیلی ہوئی غیر اسلامی رسوم کی اصلاح کو انہوں نے اپنا ہدف بنایا اور پھر غیر مسلموں کے ہاتھوں جکڑے اور پسے ہوئے مسلمانوں کو جہاد کے ذریعے آزاد کروا کر اللہ کی زمین پر اللہ کے قانون کے نفاذ کو دونوں نے اپنا سب سے بڑا نصب العین ٹھہرایا۔ مجاہدین بالاکوٹ نے اس وقت اپنے کام کا آغاز کیا جب پنجاب اور سرحد کے اکثر علاقے سکھوں کے شکنجہ ظلم میں کسے جا چکے تھے۔ مسلمانوں کا بے دریغ قتل عام کیا جانے لگا تھا۔ سرعام اذان دینے پر بھی پابندی لگادی گئی تھی اور اکثر مساجد کو اصطلب بنادیا گیا تھا۔ باقی علاقوں میں انگریز سامراج اپنے ناپاک قدم بڑھا رہا تھا۔ ان حالات میں مجاہدین بالاکوٹ نے ہندوستان کے اندر مسلمانوں میں دعوت و اصلاح اور بیداری کا کام شروع کیا جبکہ آزاد سرحدی اور قبائلی علاقہ جات سے سکھوں اور انگریزوں کے خلاف عملی طور پر جہاد شرع کر دیا گیا۔ اب تک سمجھا جاتا تھا کہ مسلمانوں نے جنگ اور جہاد میں جو تاریخی کامیابیاں حاصل کی ہیں تو یہ صرف حکومتی سرپرستی کے نتیجے میں ممکن ہوئی ہیں لیکن مجاہدین بالاکوٹ نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ یہ کافروں کی خام خیالی ہے۔ اصل چیز پہلے بھی اور اب بھی جذبہ ایمان و جہاد ہی ہے۔ اگر یہ جذبہ زندہ ہے تو کسی حکومت کی مدد کے بغیر بھی مسلمان غالب آ سکتے ہیں لیکن یہ جذبہ اگر مر جائے تو دنیا میں چاہے



مسلمانوں کی 51 سے زائد حکومتیں بھی بن جائیں، چاہے ان کے پاس تیل کی دولت سے لے کر دنیا کے جدید ترین ہتھیار ایٹم بم اور بڑے سے بڑے میزائل تک موجود ہوں اور چاہے ان کی آبادی بھی اربوں سے تجاوز کر جائے لیکن اتنے وسائل اور اتنی تعداد کے باوجود دنیا میں یہ غلام کے غلام ہی رہیں گے۔ کافر طاقتوں کے ایک فون پر ان کی پالیسیاں آن کی آن میں بدل دی جائیں گی اور یہ اف بھی نہ کر سکیں گے۔ مجاہدین بالاکوٹ جذبہ ایمان کے ساتھ اٹھے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے سکھوں کی دہشت گردی سے جنم لینے والی رنجیت سنگھ کی بظاہر بڑی مستحکم حکومت کے در و دیوار ہل گئے۔ خیبر سے لے کر امب، ہزارہ، کاغان، شنکیاری اور پشاور سے لے کر مظفر آباد تک کا علاقہ مجاہدین کی عملداری میں آ گیا۔ بالائی ہزارہ میں فتح گڑھ کا نام بدل کر اسلام گڑھ رکھ دیا گیا اور اسے دارالامارت بنا کر یہاں باقاعدہ اسلامی ریاست کی بنیاد رکھ دی گئی۔ تمام اسلامی حدود و تعزیرات نافذ کر دی گئیں اور ہر علاقے کے لیے عالمین زکوٰۃ و عشر بھی بنا دیے گئے۔ مجاہدین نے ثابت کر دیا کہ کم تعداد اور وسائل کے باوجود اگر جذبہ جہاد و ایمان مستحکم ہو تو مسلمان پھر بھی غالب آ سکتے ہیں۔ اس کے لیے پہلے ہر صورت حکومت کا موجود ہونا یا قائم کرنا ضروری شرط نہیں بلکہ یہ حکومت بھی کافروں کے خلاف جہاد کے نتیجے میں بالآخر قائم ہو جاتی ہے اور مجاہدین نے عملاً یہ کام کر کے دکھایا۔ انہوں نے پہلے سکھوں کو شکست دی اور پھر انگریزوں کی اس طاقت سے ٹکرائے جس کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ ان کی سلطنت میں سورج کبھی غروب نہیں ہوتا۔



سکھوں کے معاملے میں کہا جاسکتا ہے کہ وہ مجاہدین کی طرح کی ایک روایتی طاقت تھے، اگرچہ سکھ ایک باقاعدہ فوج اور وسیع حکومت کے تحت تھے اور مجاہدین کی کوئی باقاعدہ فوج نہ تھی، حکومت بھی بنی تو کافی عرصہ بعد اور وہ بھی تھوڑی مدت تک قائم رہی، اس لیے سکھ روایتی اور قدیم طرز کی طاقت ہونے کے باوجود مجاہدین سے دنیاوی لحاظ سے ہر صورت برتر تھے لیکن انگریز تو مجاہدین کے مقابلے میں وقت کی ایک جدید ترین طاقت تھے۔ اس کے باوجود انگریزوں نے بھی کئی بار ان ہی مجاہدین کے ہاتھوں شکست کھائی۔

امبیلا کی تاریخی اور آخری جنگ میں انگریز فوج اپنے تمام لاؤ لشکر اور ہلاکت خیز ہتھیاروں کے ساتھ دو ماہ تک پہاڑوں جیسے حوصلے کے مالک مجاہدین اور ان کے اتحادی قبائل سے ٹکراتی رہی لیکن اسے اس قدر ہزیمت ملی کہ برطانوی فوج کو شاید ہی کسی اور جنگ میں اس قدر ملی ہو۔ وہ مجاہدین کے مرکز ماکا تک پہنچ کر اس کا نام و نشان مٹا دینا چاہتے تھے لیکن مجاہدین اور قبائل کا اتحاد ان کے ناپاک عزائم کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر کھڑا ہو گیا۔ انگریزوں نے کئی راستے بدل کر ماکا تک پہنچنا چاہا لیکن ہر طرف پہاڑوں سے سرنگرانے کے سوا انہیں کچھ نہ مل سکا۔ مجاہدین صرف پندرہ سولہ سو تھے البتہ قبائل کی انہیں مکمل معاونت حاصل تھی جبکہ انگریزی فوج کس قدر طاقت اور تعداد کے ساتھ حملہ آور تھی اس کا اندازہ اس سے لگائیں کہ ابتدا میں کل فوج پانچ ہزار، ایک سو پیادہ سپاہیوں، دو سو سواروں اور دو سو اسٹی توپ خانے پر مشتمل تھی۔



۴ نومبر ۱۸۶۳ء تک یہ حالت ہو گئی کہ جنرل چیمبرلین مزید ملک کے لیے تار پر تار دے رہا تھا اور پنجاب اور سرحد کی چھاؤنیوں میں سے دن رات فوجیں بھیجی جا رہی تھیں۔ بقول آبادشاہ پوری پنجاب کی فوجی چوکیاں سب کی سب خالی ہو چکی تھیں اور حکومت پنجاب وائسرائے کی حفاظتی فوج کے ایک حصے کی خدمات حاصل کرنے پر مجبور ہو گئی تھی..... انگریزی فوج کی حالت روز بروز تر ہوئی جاتی تھی۔ فوج پر فوج بھیجی جا رہی تھی حتیٰ کہ وسط نومبر تک پنجاب کی چھاؤنیاں خالی ہو چکی تھیں اور میاں میر کے کمانڈنگ آفیسر کو گورنر کے لیے ۲۴ حفاظتی سپاہیوں کی گارد کا انتظام کرنا مشکل ہو گیا تھا۔

قارئین کرام! یہ تھی مجاہدین کی صورتحال جو نہ صرف ابھی کسی منظم حکومت اور باقاعدہ فوج کی صورت میں نہ تھے بلکہ ان کے پاس زیادہ تر اسلحہ بھی روایتی اور قدیم طرز کا تھا، وہ تلواروں، کلہاڑیوں، نیزوں اور گنڈاسوں سے جاں سپاری کی مثال قائم کر رہے تھے۔ بندوقیں بہت کم لوگوں کے پاس تھیں اور وہ بھی توڑے دار چقماقی بندوقیں جبکہ مقابلے میں وقت کی ایک سپر پاور تھی۔ انگریز وقت کے جدید ترین ہتھیاروں، رائفلوں اور توپوں سے مسلح تھے لیکن پھر بھی اس سپر پاور کا یہ حال ہوا کہ مجاہدین نے اسے ناکوں چنے چبوانے پر مجبور کر دیا۔ کیا ہمیں معلوم ہے کہ برطانیہ جیسی طاقت اتنے کم مایہ مجاہدین کے ہاتھوں اتنی ذلیل کیسے ہوئی؟ اس کی وجہ صرف اور صرف یہ تھی کہ مجاہدین کے ساتھ تمام قبائلی مسلمانوں نے بھی مکمل یکجہتی اور اتحاد کا



مظاہرہ کیا۔ اس سے پہلے بھی مختلف معرکوں میں جب تک مجاہدین اور قبائلی مسلمان متحد ہو کر لڑتے رہے، انہیں کوئی بڑی سے بڑی طاقت شکست نہ دے سکی لیکن جوں ہی مسلمان آپس میں غداری کرتے، سارا نقشہ بدل جاتا۔ فتوحات ذلتوں اور پسپائیوں میں بدل جاتیں اور غیر مسلموں کے جبر و ظلم کا اقتدار ان پر سایہ لگن ہو جاتا۔ مجاہدین تو شہادتوں کو سینے سے لگا کر کم از کم اللہ کے ہاں سرخرو ہو جاتے لیکن غداری کرنے والے مسلمان بالآخر برے انجام کا شکار ہوتے۔ نہ دنیا میں ان کی کوئی عزت رہتی نہ آخرت میں۔ امبیلہ کے اسی تاریخی معرکے میں کہیں تو یہ صورتحال تھی کہ مجاہدین اور مسلمانوں کے اتحاد کے آگے برطانوی ہند کی ساری فوج بھی ناکام ہو گئی تھی۔ وہ اپنے سے دس گنا زائد دشمن کے بھی دانت کھٹے کر رہے تھے لیکن پھر آخر کار کافروں نے مجاہدین کو شکست دینے کے لیے وہی پرانا نسخہ استعمال کیا کہ مسلمانوں میں نفاق ڈال دیا جائے۔ ان کے اندر سے ہی غدار تلاش کیے جائیں۔ مجاہدین اگرچہ اس دفعہ بڑی ہوشیاری سے کافروں کے اس پرانے حربے کو ناکام کرتے آ رہے تھے لیکن آخر کہاں تک..... سیم وزر کی چمک نے بالآخر کئی قبائلی سرداروں کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا۔ پہلے بھی وہ اس طریقے سے کئی بار قبائلی خوانین اور سرداروں کو خرید کر مجاہدین کو کافی نقصان پہنچانے میں کامیاب ہوئے تھے۔ دولت کے لالچ میں آ کر ان قبائلیوں نے مجاہدین کو پکڑ پکڑ کر انگریزوں کے حوالے کیا تھا۔ ایک موقع پر پورا کشمیر بھی گلاب سنگھ ڈوگرہ سے مجاہدین کے ہاتھ آ رہا تھا لیکن انگریزوں نے کشمیر کے مسلمان گورنر امام الدین کو

شیشے میں اتار لیا اور یوں یہ تاریخی موقع پھر کبھی حاصل نہ ہو سکا۔ اب بھی انگریزوں نے یہی آزمودہ طریقہ استعمال کیا۔ انگریزوں نے قبائلیوں کو پیسے کے لالچ کے علاوہ یقین دلایا کہ وہ صرف ہندوستان سے آنے والے ان مجاہدین کے مرکز تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ وہ کسی قبیلے کو نقصان پہنچانے کا ارادہ نہیں رکھتے چنانچہ ان قبائلی سرداروں کو شیشے میں اتارنے کے بعد انگریزوں کے لیے مجاہدین کے مرکز تک پہنچنے کا راستہ کھل گیا۔ اس اثناء میں بونیری قبائل کا بڑا جرگہ پشاور کے کمشنر کے آستانے پر حاضر ہوا۔ وہ مجاہدین سے علیحدہ ہو جانے کی اچھی قیمت وصول کرنا چاہتا تھا۔ لیکن انگریز جانتے تھے کہ فریق مخالف اگر ایک مرتبہ اپنے موقف سے ڈگمگا جائے تو پھر وہ کبھی جم کر کھڑا نہیں ہو سکتا۔ پسپائی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ انگریزوں نے ان قبائلیوں کی پیش کردہ شرائط مسترد کر دیں۔ پھر دنیا نے دیکھا کہ غداروں کو اپنی شرائط پر نہیں، انگریزوں کی شرائط پر معاہدہ کرنا پڑا۔ مجاہدین تک پہنچنے کی آڑ میں انہوں نے پہلے لالو کی بستی پر شب خون مارا اور چار سو آدمی ہلاک کر دیے۔ پھر امبیلہ کی بستی کو آگ لگا دی۔ دو سو آدمی زخمی یا ہلاک ہوئے اور یوں پھر وہ آگے بڑھتے ہوئے مجاہدین کے مرکز مکا تک پہنچ گئے۔ یہاں مجاہدین نے اگرچہ قربانی و سرفروشی کی عظیم مثالیں قائم کیں، وہ کٹ تو گئے لیکن اس معرکہ سے مسلمانوں پر یہ ثابت ہو گیا کہ جب اپنے ہی غداری پر تل جائیں تو پھر شکست سے بچنا ایک امر محال ہوتا ہے، چاہے ہم دشمن کے مقابلے میں کتنی ہی بڑی طاقت کیوں نہ لے آئیں۔ لیکن اگر ہم کافروں کے سامنے

سب مسلمان ایک جان ہو کر کھڑے ہو جائیں تو پھر چاہے ہماری تعداد کتنی ہی کم اور اسلحہ بھی چاہے کتنا ہی کم تر ٹیکنالوجی کا حامل ہو، دشمن کبھی ہمارے آگے نہیں ٹھہر سکتا..... اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ کافر مسلمانوں میں سے کچھ لوگوں کو ایک دفعہ جھکا لیتے ہیں تو پھر یہ بھی آئندہ بلیک میل ہی ہوتے رہتے ہیں اور انہیں کچھ ملنا تو دور کی بات ہے، کافروں کی شرائط پر ہی معاہدے کرنا پڑتے ہیں جیسا کہ آج کل ہمارے جنرل مشرف صاحب کی افغانستان میں خدمات کے عوض بش نے تعریفوں کے پل تو بہت باندھے لیکن عملی طور پر کوئی قابل ذکر ٹھوس مالی امداد دی نہ ہی ایف 16 کی غبن کی ہوئی رقم یا پاکستان کی کشمیر سمیت کسی پالیسی اور مفاد کی حمایت کی گئی۔ وائے افسوس! تاریخ اسلام کے روزِ اوّل سے لے کر آج تک یہی واقعات اور یہی مثالیں بار بار دہرائی جا رہی ہیں لیکن ہم پھر بھی ان سے کوئی سبق حاصل نہیں کرتے۔

طالبان کی شکست اور غداری:

آج طالبان کی حکومت کے خاتمے میں بھی غداری نے ہی سب سے بڑا اور اہم رول ادا کیا۔ اس کے بغیر امریکہ اپنی تمام تر طاقت کے باوجود کچھ نہ کر سکتا تھا جو اس نے اب کر کے دکھایا۔ امریکی حکام کے جب پاکستانی حکمرانوں کے بارے میں یہ ریمارکس تھے کہ انہوں نے ہماری توقع سے بھی بڑھ کر تعاون کیا اور یہ کہ ان کے تعاون کے بغیر وہ کچھ ممکن نہ تھا جو اب ممکن ہوا ہے تو خود افغانستان کے اندر جن افغانیوں نے غداری کی، اس کے تباہ کن اثرات کس قدر زیادہ ہوئے ہوں گے، اس



کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ واشنگٹن ٹائمز نے اپنی ایک رپورٹ میں انکشاف کیا کہ امریکہ نے افغانستان کے کئی درجن وار لارڈز کو ستر لاکھ ڈالر سے زائد رقم بطور رشوت دی۔ ذاتی اور علاقائی وگروہی مفادات میں ہم کس قدر اندھے ہو جاتے ہیں، اس کا اندازہ اس سے بھی لگائیں کہ جناب عطاء الحق قاسمی کے مطابق شمالی اتحاد کے ایک کمانڈر نے افغانستان میں قید پاکستانیوں کی ایک لاکھ ”ساٹھ لاکھ“ روپے میں تھوک کے نرخوں میں خریدی اور پھر ایک ایک قیدی کو کئی لاکھ کے عوض ان کے ورثاء کے ہاتھوں پر چون میں فروخت کر کے کئی گنا زیادہ کمایا۔ غرض جب ہمارے اندر اپنوں کی غداریوں کی یہ صورتحال ہو تو پھر ایسی قوم کو تو ایک معمولی طاقت بھی آسانی سے غلام بنا سکتی ہے۔

② باہمی اختلاف:

ایک اور دلچسپ تاریخی تجزیہ بھی میں قارئین کے گوش گزار کر دینا چاہتا ہوں۔ تاریخ اسلام کا مطالعہ رکھنے والے اس بات سے اتفاق کریں گے کہ مسلمانوں نے کافروں کے ساتھ تو ہمیشہ حسن سلوک کی اعلیٰ ترین مثالیں قائم کیں۔ وہ چاہے طاقتور اور غالب تھے یا محکوم و مظلوم اور مقہور، کافروں کے ساتھ انہوں نے بدترین حالات میں بھی رد عمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے بہت کم ویسی بدسلوکی کی جیسی کافر ہمیشہ ماضی سے لے کر آج تک موقع ملنے پر مسلمانوں کے خلاف کرتے آئے ہیں لیکن مسلمانوں نے اپنوں کے ساتھ ایسا سلوک ضرور کیا جسے پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بنو



امیہ اور بنو عباس کی تاریخ اس پر گواہ ہے۔

سوال یہ ہے کہ اگر ہم اپنا باہمی اختلاف ختم نہیں کر سکتے اور شاید یہ عملاً سو فیصد ممکن بھی نہ ہو، مختلف نظری اور تدبیری امور میں ہر قوم، ہر جمعیت اور ہر تنظیم میں اختلافات رہے ہیں اور رہیں گے۔ لیکن کیا ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے اتنی توقع بھی نہیں کر سکتے کہ جب مسلمانوں کے ایک گروہ، ایک تنظیم، ایک قوم یا ایک ملک کا مقابلہ کافروں سے ہو تو کم از کم اس وقت اپنے اپنے اختلافات اور مفادات کو بھلا کر دشمن کے مقابلے میں یکجا ہو جائیں۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ میں اپنے بھائی کو کافروں کے ہاتھوں مروا کر یا انہیں کافروں کے حوالے کر کے خود بچ جاؤں گا..... نہ اس کا دنیا میں فائدہ ہے نہ آخرت میں۔ کاش ہم اپنے نبی ﷺ کے اس فرمان کو ہی حرز جاں بنالیں جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

«الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللَّهُ فِي حَاجَتِهِ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرْبَاتٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»

[صحیح بخاری، کتاب المظالم، باب لا یظلم المسلم، حدیث: ۲۴۴۲]

”مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ اس پر ظلم نہیں کرتا اور نہ ہی اسے کسی کافر کے حوالے کرتا ہے اور جو کوئی اپنے بھائی کی ضرورت میں مشغول ہو،



اللہ تعالیٰ خود اس کی حاجت پوری کرنے میں مشغول ہوتا ہے اور جو کوئی کسی مسلمان بھائی کی تکلیف دور کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی تکلیف کو قیامت کے دن دور کرے گا اور جو کوئی مسلمان (کی برائی) کا پردہ رکھے گا، اللہ قیامت کے دن اس کا پردہ رکھے گا۔“

ہمارا آپس میں باہمی طور پر چاہے جتنا بھی اختلاف ہو، ہمیں یہ بات پیش نظر رکھنی چاہیے کہ کافروں کا باہمی اختلاف ہم سے زیادہ ہوتا ہے لیکن کیا ہم نے نہیں دیکھا کہ جب بھی کوئی ایک کافر ملک مسلمانوں کے مقابلے میں آتا ہے تو باقی کافر اپنے تمام اختلاف بھلا کر مسلمانوں کے اس دشمن کافر ملک کی پشت پر آ موجود ہوتے ہیں۔

انڈیا اگر کشمیر پر کوئی حق اور انصاف کی بات مانے کو تیار نہیں تو کیا کسی بھی اور کافر ملک نے انڈیا کو اس کے ظلم و جبر سے باز رکھنے کی کوئی کوشش کی بلکہ الٹا وہ پاکستان کو بلیک میل کرنے کے لیے سرحدوں پر فوج لے آیا تو پہل انڈیا کی طرف سے ہونے کے باوجود یہ کافر ممالک صرف انڈیا کو سمجھانے کی بجائے پاکستان اور بھارت دونوں کو کشیدگی کم کرنے کا کہتے ہیں۔ گویا دونوں کو کشیدگی کا برابر کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔ انڈیا کے واضح جارحانہ اقدامات کے باوجود صرف اس کی مذمت کوئی کافر نہیں کرتا۔ اب بھی امریکہ نے پاکستان کی تھوڑی سی امداد کی تو اس کے عوض یہ شرط بھی لگائی کہ پاکستان نہ صرف انتہا پسندوں (مجاہدین) کے خلاف سرگرمی سے کام کرتا



رہے گا بلکہ بھارت کے ساتھ کشیدگی میں بھی کمی لائے گا۔ اس سے ثابت کیا جا رہا ہے کہ پاکستان ہی بھارت کے ساتھ کشیدگی پیدا کرنے کا ذمہ دار ہے۔ اسرائیل کے معاملے میں کافروں کا یہ رویہ اس سے زیادہ ظالمانہ اور جانبدارانہ ہے۔ اسرائیل اپنے تمام تر ہلاکت خیز ہتھیاروں، میزائلوں اور ٹینکوں سے بلا ناغہ فلسطینیوں کا قتل عام کرتا ہے اور بے چارے فلسطینی چار ہزار سال پرانے اسلحے غلیل سے بھی اس کا جواب دیں تو انہیں بھی تشدد کا اتنا ہی ذمہ دار ٹھہرایا جاتا ہے جتنا کہ اسرائیل کو..... بلکہ اب تو نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ امریکہ اور کئی دوسرے ممالک کھلم کھلا صرف مظلوم فلسطینیوں کو ہی تشدد اور دہشت گردی کا ذمہ دار قرار دینے لگے ہیں یہاں تک کہ وہ یا سرعرات جس نے ہمیشہ ان کافروں کے مفادات کی پاسداری کا کردار ادا کیا اور خود کو مسلمانوں میں لبرل اور معتدل لیڈر کے طور پر پیش کیا لیکن اس کی ”خدمات“ کا بھی یہ صلہ دیا گیا کہ وہ بھی اب ناقابل اعتبار ٹھہرا ہے۔ اس کی ایسی تصویریں نیوز ویک میں شائع کی جا رہی ہیں جن میں اسے زنجیروں سے بندھا ہوا اور الٹا لٹکا ہوا دکھایا گیا ہے۔ یہ ہے مسلمانوں سے غداری کرنے والے کا عصر حاضر میں ہمارا آنکھوں دیکھا انجام۔

کاش! ہمارے دوسرے لیڈر اور حکمران اس سے عبرت حاصل کریں۔ تاریخ سے سبق حاصل کریں اور جان لیں کہ عزت اور حمیت وغیرت سے بڑھ کر دنیا میں کوئی چیز نہیں۔ اگر اس راہ میں موت بھی آ جائے، بظاہر دنیاوی طور پر شکست بھی ہو جائے تو



پھر بھی اس انسان کی عزت پہلے سے کئی سو گنا بڑھ جاتی ہے۔ یہ عارضی شکست اور تباہی بعد میں بڑی فتح کا پیش خیمہ بن جاتی ہے لیکن بے غیرتی اور بے ہمتی قوموں پر غلامی و پستی اور ذلت کی طویل رات مسلط کر دیتی ہے۔

«فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ»

❁ ❁



سقوط بغداد کیوں ہوا؟

جو کچھ ہوا، نہیں ہونا چاہیے تھا لیکن جو کچھ ہمارے اعمال تھے، پھر اس کے علاوہ ہو بھی کیا سکتا تھا۔

دل تو بہت گرفتہ ہے، آنسو بہانے کو بھی اس قدر جی چاہتا ہے کہ جس سے شاید ندیاں بھی رواں ہو جائیں، ہوش و حواس اور دماغ اپنے ٹھکانے سے باہر جاتا محسوس ہوتا ہے، امت مسلمہ کی حالت زار دیکھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے، ہائے سفینہ امت کس طرح جگہ جگہ لٹ رہا ہے، مسلمانوں کا خون تیل اور پانی سے بھی سستا ہو گیا۔ پہلے سقوط کاہل ہوا، اب سقوط بغداد آہ! ایک طرف تو وہ مسلمان ہیں جو گاجر مولیٰ کی طرح کٹ رہے ہیں بلکہ یہ پرانی مثال تو اب ان پر پوری نہیں اترتی، اب تو مسلمانوں کو بڑے بڑے بم پھینک کر پاؤڈر بنایا جا رہا ہے۔ ان کا کہیں نشان بھی نہیں ملتا۔ لیکن دوسری طرف جو مسلمان بچے ہوئے ہیں، وہ صرف تماشا دیکھ رہے ہیں۔ ان کی اکثریت کو شاید اپنے مسلمان بھائیوں کی حالت پر ایک لمحے یا چند لمحوں کے لیے افسوس ہوا ہو اور پھر وہ ویسے ہی اپنی زندگی کے معاملات اور دنیا کی رنگینیوں میں مست ہو گئے۔ انہیں یہ غور کرنے کی فرصت ہی نہیں کہ یہ سقوط بغداد آخر کیوں ہو گیا؟



ہمارے ساتھ یہ مسلسل المناک حالات کیوں پیش آ رہے ہیں؟ وہ اپنی قیمتی مصروفیات اور تفریح کے اوقات میں سے اتنا ہی وقت نکال سکتے ہیں کہ امت کی حالت زار پر ایک دو لمحے افسوس کر لیں اور بس اس سے زیادہ مغرب کی دی ہوئی مشینی اور مادی زندگی نے ان کے پاس وقت چھوڑا ہی نہیں۔ لیکن کئی ایسے بد بخت بھی تھے جنہیں ایک لمحے کے لیے بھی افسوس نہ ہوا۔ یہ بات میں اس لیے یقین کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ ایسے لوگ اخبارات کے صفحات پر آن دی ریکارڈ اپنے وجود نامساعد کا پتہ دیتے رہے ہیں۔ میں ایسے ایک شخص کا نام تو کھل کر لینا چاہوں گا جو خود کو مسلمان کہلا کر بھی عراق پر امریکی حملے کی کھل کر حمایت کرتا رہا دنیا بھر کے کروڑوں ضمیر پسند غیر مسلم بھی عراق پر امریکی حملے کی مذمت کرتے رہے لیکن یہ غیر مسلموں سے بھی گئے گزرے ہو گئے۔ حسن نثار نامی اس دریدہ دہن شخص نے جو ویسے تو غریبوں کو دال روٹی اور انصاف دلانے کا بڑا مدعی ہے اور اس مقصد کے لیے روزانہ جنگ کے صفحات کا لے کرتا رہتا ہے لیکن مسلمانوں پر جہاں بھی کافر کوئی بھی ظلم و زیادتی کریں، اسے یہ سب کچھ اپنے آقاؤں کی کرم گستری ہی نظر آتی ہے۔ یہاں تک کہ عراق پر امریکی حملے کو اس نے عراقی عوام کے لیے غیبی امداد قرار دیا اور لکھا کہ امریکی حملے سے ہو سکتا ہے کہ ہزار لاکھ انسان مارے جائیں لیکن ان کی آئندہ نسلیں آمریت سے تو آزاد ہو جائیں گی۔ جب قوم و ملت میں ایسے بے ضمیر، بے حس، بے شعور اور بے بصیرت انسان موجود ہوں کہ جنہیں انسان لکھتے ہوئے بھی گھن آتی ہے، تو پھر اس قوم



کا یقیناً اللہ ہی حافظ ہے۔ ان لوگوں کو سمجھ شاید اس وقت ہی آ سکتی ہے جب ایسے چند ہزار لاکھ انسانوں میں ان کے اپنے بہن بھائی، والدین اور بیوی بچے شامل ہوں، یہ ان کی چیخیں اور آہیں سنیں لیکن یہ وہاں بھی اپنے عزیزوں اور جگر کے ٹکڑوں کو یہ کہہ کر تسلی دیں کہ گھبرانا نہیں، بموں کی اس آگ میں تمہارے کچھ چیتھڑے تو اڑ جائیں گے، کچھ گوشت پاؤڈر بن کر خاک ہو جائے گا، تمہارا جسم زخموں سے کچھ بھر جائے گا تو کیا ہوا؟ ہماری آئندہ آنے والی نسلیں تو اب سکون سے آزادی اور مسرت و شادمانی کے دن گزاریں گی۔ جب اپنے سر پر پڑے گی، پھر ایسا دل گردہ دکھائیں گے تو معلوم ہوگا کہ ان کی یہ ”آزادی“ اور یہ ”دال روٹی“، کس بھاء ملتی ہے۔ ہماری دعا ہے اللہ انہیں یہ دن نہ دکھائے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ایسے شقی القلب لوگوں کو یہ دن دیکھے بغیر سمجھ نہیں آنے والی۔ آج کل جس بھی چھوٹے بڑے ہوٹل میں جائیں، وہاں کیبل ٹی وی ضرور لگا ہوتا ہے۔ عراق پر بمباری کے دنوں میں جب ہم ایک ہوٹل میں کھانا کھانے گئے تو وہاں کیبل پر ورلڈ کپ کا میچ دیکھا جا رہا تھا۔ ہم نے ہوٹل والے سے کہا کہ بھائی اگر ٹی وی لگانا ہی ہے تو خبروں والا کوئی چینل لگا دو تاکہ ہمارے عراقی بھائیوں کی کچھ حالت زار کا پتہ تو چلے۔ کہنے لگے، وہاں کیا ملنا ہے؟ ایسے دل خراب کرنے والی بات ہے۔ یعنی آپ میچ دیکھیں۔ خوش کن اور دل بھانے والے چینل دیکھیں اور عراق کی خبریں دیکھ کر اپنا دل خراب نہ کریں، ہمیں زندگی کے مزے لینے دیں، مصیبت آئی ہے تو عراقیوں پر آئی ہے، ہمارے اوپر تو نہیں آئی۔ ہم کیوں اپنی



عیاشیوں کے رنگ میں بھنگ ڈالیں۔ جب ہمارے احساسات اور فکر و شعور کا یہ عالم ہو تو پھر قومیں تباہیوں سے کس طرح بچ سکتی ہیں۔

وائے ناکامی! متاع کارواں جاتا رہا

کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

خود فریبی چھوڑیں، بغیر اصلاح کیے ہم اپنی باری کو ٹال نہیں سکتے:

ہمارے ہاں جو مسلمان کافروں کے ظلم و ستم سے بچے ہوئے ہیں، وہ اس زعم میں مبتلا ہیں کہ ہمارے اندر کوئی ایسی قابلیت اور عقلمندی ہے کہ جس کی وجہ سے ہم بچے ہوئے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ جو مسلمان مارے جا رہے ہیں، یقیناً ان کا کوئی نہ کوئی قصور یا نااہلی تھی جس کی وجہ سے وہ بچ نہیں سکے..... حالانکہ باری سب کی باری باری آرہی ہے۔ بوسنیا، کوسووا، چیچنیا، برما، فلسطین، کشمیر، افغانستان، عراق، کتنی باریاں لگ چکیں لیکن ہماری آنکھیں پھر بھی نہ کھلیں۔ کبوتر کی طرح ہم نے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں اور شتر مرغ کی طرح ریت میں منہ چھپا کر سمجھتے ہیں کہ خطرے کا کہیں دور دور تک نام و نشان نہیں۔ ویسے اپنی باری کی بار بار تردید سے معلوم ہوتا ہے کہ ہماری چھٹی حس ہمیں بتا ضرور رہی ہے کہ ہماری گردن بھی کسی وقت دبوچی جاسکتی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے حکمران کافروں کے آگے جھک کر ہمیں بچالیں گے حالانکہ صدام سے زیادہ کسی نے کیا جھکنا ہے۔ اس نے امریکہ کی ہر شرط مان لی لیکن حملے سے پھر بھی نہ بچ سکا۔ کافروں کا تو آج منشور ہی یہ ہے کہ مسلم ملکوں کے وسائل کو ہر صورت تباہ



کرو۔ پھر تعمیر نو کے نام پر اس ملک کی دولت کو خوب لوٹو اور ان پر قبضے بھی کرو۔ عراق کم تر خطرناک ہتھیاروں کے باوجود نہ بچا تو پاکستان کئی گنا زیادہ خطرناک ہتھیاروں اور ایٹمی میزائلوں کی موجودگی کے باوجود کیسے بچ سکتا ہے؟ لیکن ہم خود کو فریب میں ڈالے رکھنا اچھا سمجھتے ہیں۔ ہمارا حال بالکل ایسے ہی ہے جیسے ہر ایک کو معلوم ہے کہ اس نے دیر یا بدیر ایک دن ضرور مرنا ہے۔ اسے جب کہا جاتا ہے کہ بھائی موت کی تیاری کرلو، اپنے اعمال بہتر کر لو تا کہ کل اگلے جہان میں اصل اور پائیدار و مستقل زندگی بہتر اور پرسکون گزار سکو لیکن اس کے اعمال بتاتے ہیں کہ اسے اپنی موت کا یقین نہیں ہے۔ اس کے سامنے روزانہ اس کے عزیز واقارب، محلے دار، پڑوسی اور اس کے ہم شہر و ہم وطن مرتے ہیں لیکن اسے معلوم ہوتا ہے کہ فلاں کی موت فلاں بیماری، فلاں بے احتیاطی یا فلاں حادثے کی وجہ سے ہوئی۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں تو بڑا عقلمند ہوں، بڑی احتیاط سے زندگی گزارتا ہوں، انہیں تو زیادہ سمجھ ہی نہیں تھی کہ کس چیز سے بچنا چاہیے اور کس چیز سے نہیں بچنا چاہیے۔ وہ اگر فلاں غلطی نہ کرتے تو شاید بچ جاتے۔ فلاں کام نہ کرتے، فلاں پر ہیز کرتے، دوائی صحیح کھاتے یا گاڑی صحیح چلاتے تو ان کا یہ انجام نہ ہوتا۔ میں تو بڑا سوچ سمجھ کر اور تمام زمینی حقائق کو دیکھ کر چلنے والا ہوں، اس لیے میری باری تو شاید نہ لگے، مجھے تو شاید موت ہی نہ آئے اور اگر آئی بھی تو کم از کم ابھی اس کا دور دور تک امکان نہیں۔

غرض ہم نے ہر معاملے میں خود فریبی کا انداز اپنایا ہوا ہے اور اسی خود فریبی کی



خیالی جنت میں رہ کر ہم سمجھتے ہیں کہ ہم ہر طرف سے محفوظ ہو گئے ہیں۔ آج جو تباہی و بربادی ہمارے ہر طرف پھیلی ہوئی ہے تو دور کی کوڑیاں لا کر ہم اس کے اسباب ڈھونڈ رہے ہیں، حالانکہ اس کے اسباب بھی ہمارے آس پاس ہی موجود ہیں..... دور جانے کی ضرورت نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں چودہ سو سال پہلے ہی بتا دیا تھا۔ فرمایا:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ (الروم: ٤١)

”خشکی اور تری میں جو فساد برپا ہو گیا ہے تو وہ لوگوں کے اپنے اعمال کے سبب سے ہے۔ اس لیے کہ اللہ انہیں ان کے بعض کرتوتوں کا پھل چکھادے تاکہ وہ اللہ کی طرف لوٹ آئیں۔“

جی ہاں! یہ ہمارے اعمال اور یہ ہمارے کرتوت ہی ہیں جن کا نتیجہ ہم بھگت رہے ہیں۔

صرف مسلمانوں پر عذاب کیوں؟:

کہنے والے کہہ سکتے ہیں کہ ہم سے زیادہ اللہ کی نافرمانیاں تو ہمارے دشمن کافر، یہودی، صلیبی اور ہندو وغیرہ کر رہے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ان پر تو کوئی عذاب نہیں، سارے عذاب ہم پر ہی نازل ہو رہے ہیں۔

برق گرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر



تو اس کا جواب بھی ہمارے اپنے درمیان موجود ہے۔ کیا یہ انسانوں کی فطرت نہیں کہ وہ اپنے کھلے دشمن سے تو اتنی نفرت نہیں کرتا لیکن کوئی اس کا دوست بن کر اس سے غداری کر جائے تو سب سے زیادہ نفرت و عداوت کے جذبات اس غدار کے خلاف موجزن ہوتے ہیں..... سب سے پہلے انسان اسی سے بدلہ لینے کی کوشش کرتا ہے..... اگر کسی کی بیوی اس سے بے وفائی کر جائے، کھائے پیے اور پہنے شوہر کا، زوجہ وہ اس کی کہلائے لیکن پیار کسی اور کے ساتھ کرے، رنگ رلیاں کسی اور کے ساتھ منائے، شوہر کی محبت میں وہ شریک کسی اور کو کرے تو کیا ایسی بیوی کو کوئی شوہر برداشت کرے گا۔ جب ہماری آپس میں غیرت کا یہ حال ہے تو پھر اللہ تو سب سے زیادہ غیرت والا ہے..... کیا ہم اس سے انکار کر سکتے ہیں کہ ہم نے اللہ سے اپنی محبت کے دعوے کیے..... خود کو موحد اور دوسروں کو مشرک کہا لیکن خود اسی جرم فتنج کے مرتکب ہوئے جس کا طعنہ دوسروں کو دیتے تھے..... بلکہ پڑھ کر بھی ایسے ایسے شرک کا ارتکاب کرتے ہیں کہ کافروں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔

ہمارا بہت بڑا جرم..... شرک:

آج ہی ذرا ہم اپنے درباروں اور قبرستانوں کا حال جا کر دیکھیں..... وہاں کیا کیا شرک نہیں ہو رہا۔ جو سجدے بتوں کو کیے جاتے تھے، وہی سجدے قبروں کو کیے جا رہے ہیں..... جو طواف اللہ کے گھر کے لیے خاص تھا، وہ طواف ان قبروں کا کیا جاتا ہے..... جو نذر و نیاز صرف اللہ کے لیے خاص تھی، وہ غیر اللہ کے نام کی دی جاتی



ہے۔ پیروں، فقیروں، ولیوں اور بزرگوں کے نام کی دیگیں تقسیم کی جاتی ہیں۔ ہماری غیرت و حمیت کا تو یہ حال رہا کہ کافر اپنے تمام تر لاؤ و لشکر کے ساتھ مسلمانوں کو نیست و نابود کر رہا تھا لیکن ہم اس کے خلاف احتجاج کے لیے اتنا بھی سڑکوں پر نہ نکلے جتنا ان درباروں کے عرسوں کے لیے نکلتے ہیں۔ کسی کو شک ہو تو دیکھ لے کہ صرف لاہور میں سید علی ہجویری المعروف داتا دربار کے عرس پر لاہوری ہر سال اس قدر نکلتے ہیں کہ سارا دن اور ساری رات پورے لاہور میں ٹریفک جام رہتی ہے۔ امریکہ کے خلاف ملین مارچوں کے لیے لوگوں کو دو دروازے بسیں بھر کر لانا پڑتا ہے لیکن اس عرس کے لیے پورا لاہور اٹھ پڑتا ہے..... لاہور کا کوئی کونہ اور کوئی محلہ ایسا نہیں رہتا جہاں سے اس عرس کے لیے ہزاروں لاہوری دھمال ڈالتے اور رقص کرتے ہوئے شریک نہ ہوتے ہوں..... سوچے کیا اولیاء سے محبت کا تقاضا یہی ہے کہ ان کے عرسوں پر جایا جائے..... خوب بھنگڑے اور رگڑے لگائے جائیں۔ شرک اور فحاشی کے ریکارڈ توڑے جائیں۔

ویسے تو عید میلاد منانا بھی کرسمس کی نقل ہے..... اسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے منایا نہ بعد میں صدیوں تک کبھی یہ منائی گئی۔ ۲۰، ۳۰ سال پہلے ہی یہ شروع ہوئی لیکن نبی ﷺ کے نام پر یہ عید بھی ہم انڈین گانوں پر فحش اور ڈسکو ڈانس کر کے مناتے ہیں یا پھر شرکیہ نعیتیں پڑھتے ہیں۔ جب ہمارے اعمال کا یہ حال ہو، ہم اللہ کی سب سے بڑی بغاوت کے مرتکب ہوں، ایک ایسے جرم کو اعلانیہ کرتے ہوں جسے اللہ نے ناقابل



معافی جرم کہا ہو تو پھر مصیبتیں اور ذلتیں ہمارا مقدر کیوں نہ بنیں؟..... سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾

﴿

(النساء: ۴۸)

”بے شک اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کیے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دے۔“

ذرا ہم اپنے ماں باپ آدم و حوا علیہما السلام کی طرف نظر دوڑا کر دیکھیں..... ان سے ایک معمولی سا جرم سرزد ہوا کہ انہوں نے ایک ممنوعہ درخت کا پھل چکھ لیا۔ یہ جرم بھی ان سے محض غلط فہمی اور شیطان کے بہکاوے کے نتیجے میں ہوا لیکن اس معمولی جرم کی بھی انہیں یہ سزا ملی کہ ان کے کپڑے اتار دیے گئے اور انہیں جنت سے بھی ہاتھ دھونا پڑا اور اللہ نے انہیں بطور سزا زمین پر بھیج دیا کہ اب وہ اپنی دوبارہ اصلاح اور توبہ کے بعد ہی جنت میں داخل ہو سکیں گے۔ جب آدم و حوا علیہما السلام کو ایسے معمولی جرم کی اس قدر سزا ملی تو ہم نے تو کوئی جرم نہیں چھوڑا جو نہ کیا ہو۔

عراقی بھائیوں پر آتش و آہن اور بارود کی بارش ہو رہی تھی لیکن ہم پھر بھی بڑی بے باکی سے شرک کا ارتکاب کرتے ہوئے کہتے رہے کہ بغداد سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا شہر ہے۔ وہ غوث الاعظم ہیں یعنی معاذ اللہ سب انسانوں کی فریادیں سننے



والے، سب سے بڑے ولی ہیں، وہ اپنے بغداد کو خود ہی بچالیں گے۔ ہمیں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن دنیا نے دیکھا کہ بغداد تو کیا بچنا تھا، خود شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کا گنبد بھی بمباری سے تباہ ہو گیا۔ اس تباہ شدہ گنبد کی تصویر سارے اخبارات میں شائع ہو کر ہم نام کے مسلمانوں کو یہ پیغام دے گئی کہ لوگو! کوئی زندہ یا مردہ مخلوق فریادیں سننے والی فریادرس نہیں ہو سکتی۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے دربار کو نہیں بچا سکے، وہ دوسروں کے غوث یا فریادرس کیسے ہو سکتے ہیں؟ داتا، مشکل کشا، دستگیر، فریادرس اور غوث تو صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات ہے:

﴿ اَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَیَكْشِفُ السُّوْءَ ﴾

(النمل: ۶۲)

”کون ہے جو بے قرار و مجبور کا فریادرس (غوث، داتا، مشکل کشا) ہے جب کہ وہ اسی (اللہ) کو پکارے اور وہی اس کی مصیبت کو دور کرتا ہے۔“
شرک تو ایسا حساس اور بنیادی مسئلہ ہے کہ اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تنبیہ فرمادی کہ اگر آپ بھی شرک کریں گے تو اللہ آپ کے اعمال بھی ضائع کر دے گا۔
فرمایا:

﴿ لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴾

[الزمر: ۶۵]

”اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے عمل برباد ہو جائیں گے اور تم زیاں کاروں



میں ہو جاؤ گے۔“

حالانکہ انبیاء سے شرک کا صدور ممکن نہیں اور آپ ﷺ تو نبیوں کے سردار تھے لیکن اس طرح لوگوں پر واضح کرنا مقصود تھا کہ اللہ کو شرک کس قدر ناپسند ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اپنے نبی ﷺ کے ذریعے لوگوں پر یہ بھی واضح کر دیا:

﴿قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي ضَرًّا وَلَا نَفْعًا﴾ (یونس: ۴۹)

”(اے نبی ﷺ!) لوگوں کو بتادیتے کہ میں تو اپنے نفع و نقصان کا بھی مالک نہیں۔“

لیکن یہاں نبیوں کو تو کیا، ولیوں کو بھی مشکل کشا، داتا، دستگیر اور غوث بنایا جا رہا ہے اور آج کل تو ولی بھی ایسے ہیں جو مادر زاد تنگ دھڑنگ اور نماز، روزہ اور طہارت سے بھی بے نیاز ہوتے ہیں، ہم پھر بھی ان سے چٹے ہوتے ہیں تو پھر اللہ کا غضب ہم پر کیوں نہ بھڑکے گا۔

امت کی نافرمانیوں کا خمیازہ اہل حق کو بھی اٹھانا پڑتا ہے:

بعض لوگوں کو یہ شبہ بھی ہے کہ طالبان تو صدام سے زیادہ اسلام سے مخلص اور توحید کے پیروکار تھے۔ پھر اللہ نے انہیں بھی امریکہ کے مقابلے میں فتح و نصرت سے کیوں نہ نوازا۔ اس کا جواب ہمیں غزوہ احد میں با آسانی مل سکتا ہے کہ وہاں تو خود ہادی کائنات نبی آخرازمان ﷺ کی ہستی موجود تھی لیکن اس کے باوجود آخر کیا وجہ ہوئی کہ مسلمانوں کی فتح بھی عین آخری وقت پہ شکست میں بدل گئی۔ تو اس کی وجہ محض چند

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معمولی غلطی تھی اور یہ بھی محض ایک اجتہادی غلطی تھی۔ انہوں نے کسی جرم کو جانتے بوجھتے نہ کیا تھا۔ انہیں رسالت مآب ﷺ نے ایک ٹیلے پر کھڑا کیا تھا اور ہدایت فرمائی تھی کہ حالات چاہے کچھ بھی ہوں، پرندے چاہے ہماری بوٹیاں نوج جائیں، یہ جگہ اور یہ مورچہ نہیں چھوڑنا..... مسلمانوں کو بالآخر فتح مل گئی اور وہ مال غنیمت حاصل کرنے لگے..... ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوچا کہ جنگ کا فیصلہ تو ہو گیا، نتیجہ بھی ہمارے حق میں آ گیا، کفار میدان چھوڑ کر بھاگ چکے ہیں۔ اب انہوں نے بھی مال غنیمت کے لیے جگہ چھوڑ دی۔ چند صحابہ کرام کی طرف سے نبی ﷺ کے ایک حکم کی نادانستہ خلاف ورزی کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کی فتح شکست میں بدل گئی..... کفار نے اسی ٹیلے سے دوبارہ حملہ کیا۔ ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی لاشوں سے میدان اٹ گیا..... ستر زخمی ہوئے..... خود رسالت مآب ﷺ کو بھی زخم کھانے پڑے..... آپ ﷺ کے دندان مبارک شہید ہوئے، سر پر شدید چوٹیں آئیں اور آپ ﷺ گر گئے۔ مسلمانوں کی طرف سے مکمل خاموشی چھا گئی۔ یہاں تک کہ ابوسفیان نے یہ نعرہ بلند کر دیا کہ: ((أَعْلُ هُبْلُ)) ”ہبل کی ہے“

اس پر نبی برحق ﷺ کو اپنی خاموشی توڑنی پڑی کیونکہ کفار سمجھ رہے تھے کہ آپ ﷺ سمیت مسلمانوں کے تمام سرکردہ کمانڈر شہید ہو چکے ہیں۔ آپ ﷺ نے اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر بتا دیا کہ یہ کافروں کی غلط فہمی ہے۔ اسلام کو ختم نہیں کیا جاسکتا، یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا۔ مسلمانوں کو وقتی شکستیں تو ہو سکتی ہیں لیکن آخری فتح ہمیشہ حق اور



اسلام کی ہوگی۔

بہر حال اس غزوہ سے مسلمانوں کو یہ معلوم ہو گیا کہ چند افراد کی غلطی کا خمیازہ پوری امت کو اٹھانا پڑتا ہے جبکہ آج تو صورتحال الٹ ہے کہ بمشکل چند افراد نے حق اور دعوت و جہاد کا پرچم تھاما ہوا ہے لیکن اکثر نے غلطیوں اور گمراہیوں کو اپنا شعار بنایا ہوا ہے۔ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ کی نادانستہ نافرمانی کی تو اس غلطی کے خمیازے سے خود نبی اکرم ﷺ کی معصوم عن الخطاء ذات بھی نہ بچ سکی تو آج امت کی اکثریت اللہ اور نبی ﷺ کے ارشادات سے بغاوت کی حد تک نافرمانیاں کر رہی ہے۔ ان عظیم غلطیوں کے خمیازے سے مجاہدین، طالبان یا حق کا کوئی چھوٹا سا گروہ کیسے بچ سکتا ہے۔ اس لیے آج ہمیں اپنی غلطیوں اور گمراہیوں کو پہچاننے اور ان کی اصلاح کی بہت ضرورت ہے۔ ورنہ مصیبتیں اور تکلیفیں ہم پر نازل ہوتی رہیں گی۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ علامات قیامت کے ضمن میں ایک حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا۔ میرے بعد مشرق و مغرب اور جزیرہ عرب (تین جگہ) میں خسف ہوگا۔ میں نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ کیا ہمیں زمین میں دھنسا یا جائے گا جبکہ ہمارے درمیان نیک لوگ بھی ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا (ہاں) جب اہل زمین خباثت میں بڑھ جائیں گے۔ (مجمع الزوائد ۱۱/۸)

دیگر احادیث کی روشنی میں یہ نیک لوگ خبیثوں کے ساتھ ہلاک تو ہو جائیں گے لیکن قیامت کے روز انہیں ان کی نیت کے مطابق اٹھایا جائے گا۔



[فتح الباری ۱/۱۱]

علاوہ ازیں دوسری احادیث کے مطابق دھنسائے جانے والے عموماً وہ لوگ ہوں گے جو فسق و فجور، زنا اور ناچ گانے میں تمام حدیں توڑ دیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خبیث اکثریت کا وبال نیک لوگوں پر بھی پڑتا ہے۔

آج ہم اپنی حالت دیکھیں، کون سی خیانت ہے جس کو ہم نے گلے نہیں لگایا ہوا۔ اپنے چہرے سے لے کر اپنے گھر، خاندان ملک اور معاشرہ تک ہر چیز کا حلیہ ہم نے ایسا بگاڑا ہوا ہے کہ کسی طرح سے بھی کوئی یہ شناخت نہیں کر سکتا کہ یہ کوئی مسلمانوں کا معاشرہ ہے۔ جامت کرتے ہیں تو انگریزوں والی..... سنت رسول ﷺ سے ہمیں نفرت اور کراہت ہے۔ روزانہ صبح اٹھ کر سب سے پہلے داڑھی کو اپنے چہرے سے صاف کر کے غلیظ نالیوں میں پھینکتے ہیں۔ ویسے ہم بڑے عاشق رسول ﷺ کہلاتے ہیں..... لباس ہمیں عیسائیوں والا پسند ہے۔ پینٹ شرٹ اور ٹائی کی صورت میں گلے میں صلیب لٹکا کر ہمیں فخر محسوس ہوتا ہے۔ گھر بڑے عالیشان چاہتے ہیں۔ فضول اور بے مصرف سجاوٹوں پر بے بہا پیسہ خرچ کرنا ہمارے سٹیٹس کا تقاضا ہے۔ نبی ﷺ نے تو آرائشی پردے لٹکانے سے بھی منع فرمایا لیکن ہم گھر کے ایک ایک کونے کو سجانے پر لاکھوں کروڑوں روپے خرچ کر دیتے ہیں..... صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے کفن کے لیے بھی اپنی پرانی چادروں کے استعمال کا حکم دیتے ہیں کہ ان کے نزدیک نیا کپڑا تو زندوں کے کام آنا چاہیے۔ نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پیوند لگے کپڑے استعمال



کر لیتے تھے لیکن ہمارے لیے کپڑوں اور جوتوں کی بھرمار ہے۔ ہر موسم، ہر تقریب کے الگ الگ جوڑے ہیں بلکہ دن اور رات کے بھی الگ الگ لباس ہیں۔ پھر گھروں کو ٹی وی، کیبل، گانے، بجانے اور فحاشی کے آلات سے بھرا ہوا ہے۔ پردے کا نام و نشان نہیں۔ یوں تو ہم غریب کہلاتے ہیں۔ حکومت بھی ضرورت پڑنے پر غربت کا رونا روتی ہے لیکن عوام کو فوڈ سٹرٹس بنا کر بھی دیتی ہے تاکہ اس ”غریب عوام“ کو اپنی پونجی خرچ کرنے کا موقع مل سکے..... اور ”غربت“ دور ہو سکے..... ملکی نظام کا الگ ستیا ناس ہے۔ یا تو ایک فرد کا آمرانہ قانون چلتا ہے یا پھر پارلیمنٹ کی صورت میں اکثریت کا قانون چلتا ہے، انگریزوں کا نظام چلتا ہے، پارلیمنٹ کی بالادستی کی باتیں ہیں۔ اللہ کے قانون کی کسی کو پروا نہیں۔

ہماری خباثت کی انتہا تو یہ ہوگئی کہ جن دنوں افغانستان اور عراق میں ہمارے لاکھوں مسلم بھائیوں کو بمباری سے مارا جا رہا تھا، نہ صرف ہمارے سرکاری میڈیا ریڈیو، ٹی وی پر راگ و رنگ کے پروگرام جاری رہے اور ہندوانہ بسنت کے جشن بھی منانے گئے بلکہ اس بے حسی کا عوام بھی شکار ہوئے اور وہ بھی دن رات فحش فلموں اور پروگراموں میں برابر مست رہے۔ پھر فلمیں بھی ہمیں پاکستانی سے زیادہ انڈین پسند ہیں۔ جس گھر میں، بس میں، ہوٹل میں جاؤ دیکھ لو ہر جگہ انڈین فلمیں ہی لگی ہیں۔ اس کے نتیجے میں نئی نسل ہندوانہ عقائد اور رسوم کو اپنا رہی ہے۔ ہندو سے نفرت بھی کم ہو رہی ہے۔ کرکٹ میچوں میں جو تھوڑا بہت بھارت سے تعصب ہے، وہ بھی بالآخر ختم



ہو جائے گا۔ یہ ہوتا ہے فاشی کی راہ پر چلنے کا نتیجہ۔ حکمران بھی مکمل اس کی سرپرستی فرماتے ہیں۔ بمباری کے دنوں میں بھی اس ملک کے حکمرانوں نے راگ و رنگ کے پروگراموں کا سلسلہ جاری رکھا۔ فضائی حادثے میں فوج کے کچھ افسر مارے گئے تو قومی سوگ منایا گیا۔ ریڈیو ٹی وی پر موسیقی بند رہی جبکہ لاکھوں مسلمانوں کے قتل پر جشن منائے گئے۔ حکمران یہ تاثر دیتے تھے کہ وہ امریکی طاقت کی وجہ سے پالیسی بدلنے پر مجبور ہیں لیکن اگر یہ مجبور بھی تھے تو کیا مجبوروں کا یہ انداز ہوتا ہے کہ وہ اپنی تباہی پر جشن مناتے ہیں..... ان کی پیشانیوں پر سوگ و افسوس کی کوئی لکیر پھوٹنے کی بجائے مسرت و شادمانی کے نغمے پھوٹ پڑتے ہیں۔ غرض حکمران اور عوام سب ہی بڑی بے باکی کے ساتھ اپنی خباثتوں میں مگن رہے..... عذاب قریب دیکھ کر بھی اللہ کا خوف ہمارے دلوں میں پیدا نہیں ہوتا..... پھر کافر ہم پر مسلط کیوں نہ ہوں۔ حافظ عبدالغفار المدنی حفظہ اللہ نے ایک خطبہ جمعہ میں کیا ہی معنی خیر بات کی۔ انہوں نے کہا، کافر ہمیں مارتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں لیکن ہم کہتے ہیں، نہیں ہم مسلمان نہیں، ہم بنیاد پرست نہیں..... ہم تو بڑے لبرل، روشن خیال اور سیکولر ہیں۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے ہی حالات میں سچ فرمایا تھا ۔

شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلمان نابود
ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود



یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود
امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے اہم فریضہ سے پہلو تہی کا عذاب:

ہمارا ایک اور بڑا جرم جس کی وجہ سے ہم عذاب الہی کا شکار ہیں، امر بالمعروف
ونہی عن المنکر کے اہم فریضہ سے پہلو تہی ہے..... اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مسلم امہ
کا امتیاز ہی یہ بتایا:

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ
عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ﴾ (آل عمران: ۱۱۰)

”تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے ہی پیدا کی گئی ہے (اس لیے کہ) تم
نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر
ایمان رکھتے ہو۔“

نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَأْمُرَنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوَنَّ عَنِ
الْمُنْكَرِ أَوْ لَيُبَعثنَّ عَلَيْكُمْ قَوْمًا ثُمَّ تَدْعُوْنَهُ فَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ

(([مسند احمد: ۵/۳۹۰ حدیث: ۲۳۳۲۷]

”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم اچھائیوں کا حکم اور
برائیوں کی مخالفت کرتے رہو ورنہ عنقریب اللہ تعالیٰ تم پر کوئی دوسری قوم



مسلط کر دے گا پھر گوتم دعائیں کرو لیکن قبول نہ ہوں گی۔“
امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ تو کچھلی امتیں بھی جب چھوڑتی تھیں تو ان پر
عذاب نازل ہو جاتا تھا جیسا کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ فلاں شہر کو اس کے اہل
پرالٹ دے۔ اس نے کہا کہ اے میرے پروردگار! اس میں ایک تیرا بندہ
ہے جس نے ایک لمحہ بھی تیری نافرمانی نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”اس کو
اور تمام بستی والوں کو الٹ دے۔ میرے دین کے سبب کبھی اس کا چہرہ متغیر
نہیں ہوا تھا۔“

اس سے معلوم ہوا کہ محض خود نیک اور پارسا بنے رہنا کافی نہیں بلکہ دوسروں کو
برائیوں سے بچانا اور نیکی کی طرف لانا بھی ہر مسلمان پر فرض ہے..... دوسری بات یہ
کہ جب اللہ کا عذاب اپنے نافرمانوں پر آتا ہے تو ایسے نیک اور پارسا لوگ بھی بچ
نہیں سکتے جو محض راہب اور صوفی بن کر اپنی کنیا میں ہی گوشہ نشین رہتے ہیں۔
ہمارے ہاں آج کل کسی کو صحیح بات بتائی جائے، شرک و بدعت اور فحاشی وغیرہ سے
ہٹانے کی کوشش کی جائے تو لوگ عام طور پر کہتے ہیں کہ چھوڑو یا، کسی سے کیوں الجھتے
ہو جو جہاں لگا ہے، لگا رہنے دو۔

تفسیر ابن کثیر میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ



نے یہود کے ایک ایسے ہی گروہ کی شکلیں مسخ کر کے بندر بنا دیا تھا جنہیں ہفتہ کے دن مچھلی کے شکار سے منع کر دیا گیا تھا لیکن وہ حیلہ کر کے ہفتے کے دن گڑھے کھود کر مچھلیاں جمع کر لیتے اور اتوار کو پکڑ لاتے۔ ان میں بعض نیک دل اور سچے مسلمان انہیں اس حیلہ جوئی سے منع کرتے جبکہ ایک اور گروہ وہ تھا جو مصلحت پسند اور ”زمینی حقائق“ کو سمجھنے والا تھا۔ وہ دونوں فرقوں کا ساتھ دیتا تھا۔ خود تو شکار نہ کھیلتے تھے لیکن شکار کھیلنے والوں کو منع بھی نہ کرتے بلکہ روکنے والوں سے کہتے تھے کہ تم اس قوم کو کیوں وعظ و نصیحت کرتے ہو، تم اپنا فرض بھی ادا کر چکے، انہیں منع کر چکے، جب نہیں رکستے تو انہیں چھوڑو۔ یہ کشمکش جاری رہی اور بالآخر اللہ کا عذاب آیا تو اس کا شکار دونوں گروہ بنے یعنی شکار کرنے والے بھی اور شکار سے منع نہ کرنے والے بھی۔ دونوں ہی کی شکلوں کو مسخ کر کے بندر اور خنزیر بنا دیا گیا۔ ان کی شکلیں انسانوں جیسی اور باقی جسم بندروں جیسا تھا۔ تھوڑی مدت میں وہ سب ہلاک ہو گئے۔ ان کی نسل نہیں ہوئی کیونکہ تین دن سے زیادہ کوئی مسخ شدہ قوم زندہ نہیں رہتی۔ انہی کے بارے میں قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدُوا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ ۝ فَجَعَلْنَاهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَ مَا خَلْفَهَا وَ مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ﴾ [البقرہ: ۶۵-۶۶]
 ”یقیناً تمہیں ان لوگوں کا علم بھی ہے جو تم میں سے ہفتہ کے بارے میں حد



سے بڑھ گئے اور ہم نے بھی کہہ دیا کہ تم ذلیل بندر بن جاؤ۔ اسے ہم نے اگلے پچھلوں کے لیے عبرت کا سامان بنا دیا۔“

آپ ﷺ کی دعا کے سبب مسلمانوں پر کبھی ایسا عذاب تو نہیں آئے گا کہ ان کا نشان ہی مٹ جائے لیکن امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور دیگر فرائض چھوڑنے کی وجہ سے چھوٹے عذاب آتے رہیں گے۔

ہمارے علماء اور خطباء عموماً اس فریضہ سے غافل ہیں۔ بڑے بڑے جلسوں سے خطاب کر کے وہ مطمئن ہو جاتے ہیں کہ انہوں نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کر دیا حالانکہ یہ جلسے دعوت و تبلیغ سے زیادہ مقررین کی ذاتی شہرت اور پارٹیوں کی نمود و نمائش کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ ضروری یہ ہے کہ ہم ہر گھر اور ہر فرد تک اللہ کے دین کی دعوت پہنچائیں۔ سفر میں ہوں یا حضر میں، کوئی موقع دعوت سے خالی نہ جانے دیں۔

اصلاح و تطہیر مایوسیوں کو فتح و نصرت میں بدل دے گی:

اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلسل اشارات آنے کے بعد ضروری ہے کہ ہم اپنی مکمل اصلاح کے لیے کمر بستہ ہو جائیں۔

عالم اسلام کے جس جس گروہ اور جس جس ملک سے جو جو غلطیاں ہوئی ہیں اور اللہ اور رسول ﷺ کی جو جو نافرمانیاں ہوئی ہیں، ان سب کو فی الفور دور کیا جائے۔ ۱۹۲۴ء میں پہلی جنگ عظیم کے بعد کافر طاقتوں کی سازشوں سے خلافت اسلامیہ کی



صورت میں مسلمانوں کی مرکزیت ختم کر دی گئی اور عالم اسلام ۵۵ کے قریب ملکوں میں تقسیم ہو گیا۔ اب ہر مسلم ملک کے حکمران کا فرض تھا کہ وہ اقتدار کو اللہ کی امانت سمجھتا، اللہ کی زمین پر اللہ کا ہی قانون نافذ کیا جاتا اور پھر آہستہ آہستہ سب مسلم ممالک کو ایک بار پھر خلافت کے پرچم تلے لایا جاتا جس کے ہوتے ہوئے کافر استعماری ممالک کو اپنے ناپاک عزائم کی تکمیل کی کبھی راہ نہ ملتی تھی۔ لیکن افسوس ایسا نہ ہوا۔ ترکی جو پہلے امت مسلمہ کا قائد تھا، نے دین اور مذہب کو مغرب کی پیروی میں فرد کا پرائیویٹ مسئلہ بنا کر حکومت و ریاست سے ہی باہر کر دیا۔ پاکستان نے برطانیہ کے عطا کیے ہوئے جمہوری نظام کو اسلام کا پیوند لگا کر اپنا آئیڈیل بنانے کی کوشش کی لیکن اس کے نتیجے میں نہ ادھر کا رہا نہ ادھر کا۔ چنانچہ آج پاکستان ایک عرصے سے دو عملی کا شکار ہے۔ شرعی عدالتیں بھی قائم ہیں اور انگریزی عدالتیں بھی چل رہی ہیں۔ زکوٰۃ کا نظام بھی رائج ہے اور سود کی صورت میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ اعلانِ جنگ بھی جاری ہے۔ اس دو عملی کا سب سے بڑا مظہر ہمارے میڈیا کے پروگرام ہیں۔ موسیقی اور شوبز کا گندے سے گندا غیر شرعی پروگرام بھی بسم اللہ پڑھ کر شروع کیا جاتا ہے اور فنکار بھی یہ کہتے پائے جاتے ہیں کہ انہیں اس گندے فیلڈ میں جو کچھ عزت ملی ہے وہ سب اللہ کی عطا کردہ ہے (معاذ اللہ) پھر ہم نے کرپشن سے بھی کوئی شعبہ خالی نہ چھوڑا۔ عربوں کو ہم طعنے دیتے تھے کہ وہ اپنی دولت سے عیاشیاں کرتے ہیں لیکن پاکستانیوں نے قرض کی دولت پر عیاشیوں کے ریکارڈ قائم کیے۔ جب ہم نے قیام



پاکستان کے پہلے ۲۵ سال تک اپنی یہ روش نہ بدلی تو اللہ نے آدھا ملک بطور سزا ہم سے لے لیا لیکن افسوس! یہ روش اب بھی جاری ہے بلکہ پہلے سے زیادہ دیدہ دلیری کے ساتھ اللہ اور رسول ﷺ کی مخالفت ہو رہی ہے۔ اس کا نتیجہ ہے کہ ہم ایٹم بم بنا کر بھی غیر محفوظ ہیں اور اب بچے کھچے پاکستان کی باری کی فکر پڑ چکی ہے۔ یہ بات ہمارے لیے باعث فکر ہونی چاہیے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جب ہم دین سے نہیں گے تو پھر بڑے سے بڑے وسائل، جدید ترین ہتھیار اور بڑی سے بڑی معاشی ترقی بھی کام نہ آئے گی بلکہ یہی چیزیں ہمارے لیے وبال جان بن جائیں گی جیسا کہ آج تیل اور ایٹم بم کی حفاظت ہمارے لیے مسئلہ بن چکی ہے۔

عرب ممالک عرب ازم اور قومیت پرستی کا شکار

اب ہم عرب ملکوں کی طرف آتے ہیں۔ زیادہ تر عرب ملکوں نے عرب ازم اور قومیت پرستی کو اپنا شعار بنالیا۔ یقیناً بعض عرب حکمرانوں نے تیل کے وسائل کو اپنی ذات کے علاوہ عوام کی فلاح و بہبود کے لیے بھی برابر استعمال کیا، خصوصاً سعودی حکمرانوں نے اپنی عوام کو اس دولت میں پورا پورا شریک کیا ہے۔ حرمین شریفین کی خدمت اور توسیع بھی ان کا بہت بڑا کارنامہ ہے جس پر انہوں نے جی کھول کر خزانہ خرچ کیا۔ سعودی عرب عالم اسلام کی بھی اپنے خزانے سے بھرپور مدد کرتا رہتا ہے۔ پاکستان کو کئی بار تیل کی مفت فراہمی کی گئی جو اب بھی کئی سال سے جاری ہے۔ علاوہ ازیں سعودی عرب نے حدود و تعزیرات کا بھی مکمل نفاذ کیا۔ وہاں مخلوط اداروں یا مخلوط

تقریبات کی صورت میں غیر اسلامی مغربی ماحول کو قطعاً پسپے نہیں دیا گیا..... اتنا کچھ کرنے کے باوجود ان کی دو غلطیاں ان کی ان تمام اچھائیوں پر پانی پھیر دیتی ہیں۔ پہلے نمبر پر اگر سعودی حکمران شورا بیت پر مبنی اسلامی خلافت و امارت کے نظام کو ترویج دیتے تو آج اہل مغرب اور ملحد طبقے کو ان پر انگلیاں اٹھانے اور اپنا شیطانی جمہوری نظام لانے کی بات کرنے کی جرأت نہ ہوتی۔

عرب ممالک کی جہاد سے دوری:

دوسرے نمبر پر جہاد سے دوری ہے۔ اگر سعودی حکمران افغان جہاد کے بعد بھی جہاد کی سرپرستی جاری رکھتے تو اللہ تعالیٰ انہیں زیادہ عزت اور رعب و عظمت عطا کرتا لیکن ان دو غلطیوں کی وجہ سے ان کا اقتدار بھی خطرے میں ہے۔

باقی عرب ملکوں میں تو خاندانی بادشاہت بھی قائم کی گئی اور نظام بھی غیر اسلامی، سیکولر یا اشتراکی نافذ کیے گئے۔ صدام سے بھی یہی غلطی ہوئی..... اس نے گزشتہ ۲۷ سال سے وہاں اپنی خاندانی آمریت قائم کی ہوئی تھی اور بعث پارٹی کی صورت میں ملک میں اشتراکی نظام بھی نافذ کیا ہوا تھا۔ اس نے آخر میں عراقی پرچم پر اللہ اکبر کے الفاظ کا اضافہ کر کے خود کو اسلام پسند باور کرانے کی بھی کوشش کی۔ ہمارے سیکولر حکمرانوں کی جب جان پر ہنتی ہے اور ان کا اقتدار خطرے میں پڑتا ہے تو آخر میں انہیں اسلام یاد آ جاتا ہے۔ ایوب خاں ساری عمر سیکولر ازم کا داعی رہا لیکن جب بھارت نے ۱۹۶۵ء میں حملہ کر دیا تو پھر وہ کلمہ پڑھ کر بھارتی فوج پر جھپٹنے کی لوگوں کو

ترغیب دینے لگا۔ بہر حال صدام کے معاملے میں بھی مسلم امہ نے حسن ظن رکھتے ہوئے اسے اپنی ہمدردی اور حمایت سے نوازا اور یہ اس کا فرض بھی تھا کیونکہ اگر مشرکین کے مقابلے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رومی عیسائیوں کی حمایت کرتے ہوئے ان کے حق میں فتح کی دعائیں کر سکتے تھے تو پھر صدام کی عالمی کافر طاقتوں کے مقابلے میں حمایت کیوں نہ کی جاتی..... لیکن ظاہر ہے ایک طرف اسلام کے حق میں صدام کے چند نمائشی اقدامات تھے، پھر پورے ملک میں اس نے اپنے مجسموں کی صورت میں شخصیت پرستی کے غیر اسلامی مظاہر قائم کیے ہوئے تھے، دوسری طرف مسلم امہ مجموعی طور پر غفلتوں اور گمراہیوں میں سرتاپا ڈوبی ہوئی تھی، ان حالات میں اگر کوئی کامیابی مل بھی جاتی تو وہ عارضی ہی ثابت ہوتی۔ پائیدار کامیابی کا امکان تو پہلے ہی کم تھا کیونکہ جب بنیادیں ہی اس قدر کمزور ہوں تو اس پر کوئی عمارت کھڑی ہو بھی جاتی تو وہ زیادہ دیر پھر بھی قائم نہ رہ سکتی۔

ان مسلم حکمرانوں نے کبھی ایک دوسرے کے مسائل کا احساس نہ کیا۔ فلسطین، کشمیر، برما، بوسنیا، چیچنیا کے باسیوں کو کفار کے آگے مرنے کے لیے اکیلا چھوڑ دیا گیا۔ وہ بے چارے پتھروں اور غلیلوں کے ساتھ ٹینکوں اور میزائلوں کا مقابلہ کرتے رہے لیکن یہ ان پر اتنا احسان بھی نہ کر سکے کہ ان کے موقف کی مکمل حمایت ہی کر دیں۔ یہ زیادہ تر غیر جانبدار بنے رہے یا پھر کافروں اور دشمنوں کے موقف کی حمایت کرتے رہے۔ کشمیری، فلسطینی قربانیاں دیتے رہے، یہ اپنی کرسیاں اور اپنے اقتدار مضبوط



کرنے اور عیاشیوں میں مست رہے اور چین کی بانسریاں بجاتے رہے۔ پھر یہ خود اب کیسے بچ سکتے ہیں؟ چنانچہ اب سب کا اقتدار خطرے میں ہے۔ اب بھی وقت ہے کہ مسلم امہ اپنی ان تمام انفرادی اور اجتماعی غلطیوں کی فوری اصلاح کرے۔

حالات یقیناً بڑے کٹھن اور افسوسناک ہیں۔ مسلمان مایوسی کی حدوں کو چھوڑ رہے ہیں لیکن اللہ یہ آزمائشیں اور تکلیفیں اس لیے بھیجتا ہے کہ اس کے بندے سنبھل جائیں۔ ایک بار اس کی طرف سچے دل سے توبہ کرتے ہوئے رجوع کر لیں تو اللہ کی روٹھی ہوئی رحمت و نصرت کو دوبارہ منانا کوئی مشکل نہیں۔ اس کا تو اعلان ہے کہ اگر کوئی ایک قدم اس کی طرف بڑھائے تو وہ دس قدم اس کی طرف بڑھاتا ہے۔ اتحادیوں کو جو عارضی فتح ملی ہوئی ہے، اس کی دنیا بھر میں کوئی اخلاقی حیثیت نہیں۔ وہ بڑی کمزور بنیادوں پر کھڑے ہیں۔ ان کی غنڈہ گردی دنیا بھر میں بے نقاب ہو چکی ہے۔ وہ جیت کر بھی ہارے ہوئے ہیں۔ حقیقتاً بری طرح شکست خوردہ اور ذلت خوردہ ہیں۔ اخلاقی طور پر دیوالیہ شخص کو کسی کے سامنے کھڑے رہنے کی جرأت نہیں ہوتی..... عراقی ہمیں پکارتے رہے، مدد کے لیے بلاتے رہے، انہوں نے تو اپنا فرض اور حق ادا کر دیا۔ اپنے ان کلمہ گو مسلمان بھائیوں کی مدد کرنا ہم پر فرض تھا کیونکہ یہ قرآن کا حکم ہے:

﴿وَإِنْ اسْتَنْصَرُواكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمْ النَّصْرُ﴾ [الانفال: ۷۲]

”اور اگر وہ تم سے دین کے واسطے سے مدد طلب کریں تو تم پر ان کی مدد



کرنا لازم ہے۔“

یہود و نصاریٰ سے دوستی کا انجام:

ہمارے یہ عراقی بھائی اب بھی بڑی جرأت کے ساتھ ان شیطانی فوجوں کے خلاف جہاد جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ہمارے لیے ضروری ہے کہ اب اپنی غلطیوں کی تلافی کرتے ہوئے ان کی ہر ممکن مدد کو پہنچیں۔ غزوہ احد کے بعد مسلمانوں نے اپنی اصلاح کر لی تو پھر مسلسل فتوحات نے دوبارہ ان کے قدم چومے اور بالآخر پورے جزیرۃ العرب پر اسلام چھا گیا۔ ہم بھی اپنی مکمل اصلاح کر کے کھڑے ہو جائیں، کفار کے ساتھ دوستیاں لگانا چھوڑ دیں۔ یہ ساری تباہی اسی کا نتیجہ ہے۔ قرآن نے ہمیں صدیوں پہلے بتا دیا تھا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ﴾

(المائدہ: ۵۱)

”اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بنانا۔“

لیکن ہم نے یہ قرآنی حکم نہ مانا اور آج ان کی ”دوستیاں“ سب کے سامنے ہیں۔ صدام نے ایک عیسائی طارق عزیز کو پہلے وزیر خارجہ اور پھر نائب وزیر اعظم بنائے رکھا۔ اب اسے ”گرفتار“ کرنے کی خبریں آئی ہیں لیکن حقیقتاً یہ گرفتاری نہیں بلکہ وہ اپنا بندہ بحفاظت لے گئے ہیں۔ اس کے بارے میں خود اتحادیوں کا کہنا ہے



کہ وہ صدام کا بہت قریبی اور با اعتماد رہا ہے اور اس سے بہت سے اہم راز ملیں گے۔ اصل بات یہ ہے کہ وہ پہلے بھی راز دیتا رہا اور اب بھی دے گا۔ یہ سب تباہیاں ایسے ”با اعتماد“ مشیروں کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ قرآنی حکم سچا کیسے نہ ثابت ہو۔ اس کے بارے میں یہ بھی معلوم ہوا کہ اس نے آخر وقت پر ویٹیکن سے رابطہ کیا تاکہ اسے عیسائی ہونے کی وجہ سے کچھ نہ کہا جائے۔ علاوہ ازیں اس نے اپنا آخری دورہ بھی ویٹیکن کا کیا تھا جو پوپ کا شہر ہے۔ (ڈان 26-4-2003)

اب برطانیہ کے اخبار سنڈے ٹیلی گراف نے انکشاف کر دیا ہے کہ طارق عزیز امریکہ کے لیے جاسوسی کیا کرتے تھے۔ ریڈیو تہران کے مطابق سنڈے ٹیلی گراف نے لکھا ہے کہ طارق عزیز نے مارچ کے مہینے میں امریکی فوجیوں کو صدام حسین اور فوج کے اعلیٰ کمانڈروں کی میٹنگ کے خفیہ مقام کا پتہ بتایا تھا۔ (خبریں 27-4-03)

غیر مسلم سربراہوں سے تو ہماری دوستیاں ہیں ہی، پاکستان سمیت کئی اسلامی ملکوں میں ہم نے غیر مسلموں کو اہم عہدے اور وزارتیں دی ہوئی ہیں۔ یوں انہیں اپنے راز دے رہے ہیں۔

اب بھی وقت ہے کہ ہم ان ”دوستیوں“ سے باز آ جائیں اور اس کی بجائے اپنی عوام اور فوجوں کو جہاد کے لیے تیار کریں..... ہمارے بجٹ کا سب سے زیادہ حصہ فوج پر خرچ ہوتا ہے لیکن کیا قوم انہیں اتنا پیسہ اپنے اللوں تللوں پر ضائع کرنے کے لیے دیتی ہے۔ کیا مسلم ممالک کے یہ فوجی افسر کچھ کیے بغیر اپنے سینوں پر تمغے اور



میڈل سجانے کے لیے ہیں۔ جب ان جرنیلوں نے مسلمانوں کی جان و مال کی حفاظت ہی نہیں کرنی اور جب وقت پڑے تو پھر دشمن سے زمینی حقائق کے نام پر سودے بازی کر کے اپنی عیاشیوں اور آرام طلبیوں کو تحفظ دے دینا ہے تو ان پر اتنا پیسہ خرچ کرنے کا قوم کو کیا فائدہ؟ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے فوج کے ادارے کو ملک و ملت کے تحفظ کا ذریعہ بنانے کی بجائے اسے بھی اپنے شاندار مستقبل اور کیریئر کا ادارہ بنایا ہوا ہے۔

آج امریکہ کا تو بہانہ ہے کہ وہ بہت بڑی طاقت ہے، اس سے نکرانا ”آ! بیل مجھے مار“ یا بیل سے خود جا کر نکرانے والی بات ہے۔ لیکن اے میں کیا ہوا تھا۔ بھارت جیسی تقریباً برابر کی طاقت کے آگے ہمارے جرنیلوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور نوے ہزار فوجیوں کی صورت میں اتنی بڑی فوج کو بھارت کے حوالے کیا جس کی تاریخ اسلام میں مثال نہیں ملتی۔ یہ سب کچھ اس وجہ سے ہوا کہ ہم نے فوج کو ایک جہادی ادارہ نہیں بلکہ دنیاوی ترقی اور عیش طلبی کا ادارہ بنالیا۔ دنیا سے محبت کے نتیجے میں موت سے کراہت اور بزدلی پیدا ہوتی ہے جسے پھر ہم زمینی حقائق کی صورت میں چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ویسے ہمارے یہ جرنیل بہت بہادر بنتے ہیں۔ لیکن ان کی یہ ساری بہادری اپنی غریب اسلام پسند عوام پر چلتی ہے۔ کافروں کے آگے یہ بڑے مصلحت پسند، امن پسند، صلح جو بلکہ بھگی بلی بن جاتے ہیں۔

آج بھی یہ فوجی حلقے کہتے ہیں کہ بھارت کے ساتھ جنگ چھڑگئی تو پاکستان دس



پندرہ دن سے زیادہ کھڑا نہیں رہ سکے گا۔

آہ! ان سے زیادہ تو عراقی عوام بہادر نکلی۔ صدام کی فوج تو جنگ لڑنے کے لیے زیادہ باہر نکلی ہی نہیں، یہ ساری دنیا جانتی ہے۔ یہ صرف نہتے عراقی عوام ہی تھے کہ جنہوں نے اکیس دن تک شیطانی فوجوں کا راستہ روکے رکھا۔ کاش ان کے ساتھ ایک دو ملکوں کی فوجیں بھی شامل ہو جاتیں تو آج حالات کا نقشہ کچھ اور ہوتا..... پھر امریکہ کو دوبارہ کسی مسلم ملک پر حملہ کی جرأت نہ ہوتی۔ لیکن ظاہر ہے ہماری فوجیں اسی وقت ہی لڑ سکتی ہیں جب ہم انہیں ایک سیکولر ادارہ بنانے کی بجائے دین اور ملت کے لیے جان نچھاور کرنے والا ادارہ بنائیں..... اگر ہمارے پاس کم طاقت اور کم ٹیکنالوجی کا بہانہ ہے تو پھر اس کی کمی جہادی جذبے سے دور کی جاسکتی ہے۔ دین سے محبت، جنت کی طلب اور شہادت کی چاہت کا جذبہ ہی فوجوں کو لڑنے پر آمادہ کرتا ہے اور اگر کسی فوج سے یہ روح بھی نکال دی جائے تو وہ ایک دن بھی جم کر نہیں لڑ سکتی۔ اے کی پاک بھارت جنگ، ۶۷ء کی عرب اسرائیل جنگ اور اب امریکہ عراق جنگ میں ہماری فوجوں کا حال سب کے سامنے ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ دینی و جہادی جذبہ اگر نہ ہو، صرف طاقت اور ٹیکنالوجی میں ہم کافروں سے بالاتر ہو بھی جائیں، تب بھی مسلم فوجیں فتح یاب نہیں ہو سکتیں۔ غزوہ حنین اس کی مثال ہے کہ مسلمان بارہ ہزار ہو کر بھی چار ہزار کافر فوج سے وقتی طور پر شکست کھا گئے کیونکہ مسلمانوں نے تعداد اور قوت پر گھمنڈ کیا تھا، حالانکہ اس سے پہلے غزوہ بدر اور دوسرے معرکوں میں بہت کم تعداد اور



کم اسلحے کے ساتھ فتح یاب ہوتے رہے۔

وقت کی اہم ترین ضرورت:

اس لیے آج اگر ہم اپنی بقا چاہتے ہیں تو پھر فوج اور عوام دونوں میں جہادی جذبے کی روح پھونکیں..... اس پھونک سے کافروں کے بڑے بڑے دیئے انشاء اللہ بجھ جائیں گے۔ لیکن ہم تو ملک و ملت کے لیے جان دینے والے مجاہدوں کو خود ہی دہشت گرد قرار دے رہے ہیں۔ یہ ترک جہاد ہی دراصل آج ہمارے اوپر عذاب الہی کی وجہ ہے۔ ذرا قرآن پاک کی یہ آیت ملاحظہ فرمائیے، جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمْ انْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَنَا قُلْنَا إِلَى الْأَرْضِ أَرْضِيكُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ۝ إِلَّا تَنْفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ (التوبة: ۳۸-۳۹)

”اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا ہے، تمہیں اللہ کی راہ (جہاد) میں نکلنے کے لیے کہا جاتا ہے تو تم زمین سے چمٹ کر رہ جاتے ہو۔ کیا تم آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگانی پر ہی رتھ گئے ہو؟ جان رکھو دنیا کی زندگی کا سامان آخرت میں بہت کم ثابت ہوگا۔ اگر تم (جہاد) کے لیے نہ اٹھے تو



اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا اور تمہاری جگہ کوئی غیر قوم لے آئے گا
اور تم اللہ کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکو گے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔“

سنجھل او نا مرادی سے کھیلنے والے!

اس لیے آئیے! اللہ کی یہ نافرمانیاں چھوڑ دیں۔ فوج اور عوام دونوں جہاد کے لیے
کمر بستہ ہوں اور جہاد کو صرف غیر عسکری قسم کے جہاد تک محدود نہ کریں کیونکہ قرآن و
حدیث میں جہاں بھی جہاد کی بات آئی ہے، اس سے مراد عموماً عسکری جہاد ہی
ہوتا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ ہم اپنے گھر اور معاشرے کی بھی مکمل اصلاح کریں۔ انہیں
شرک و بدعات اور مغربی تہذیب کے اثرات سے پاک صاف کریں، جھوٹ، چوری،
غیبت، کرپشن، قتل، زنا، رشوت، لوٹ مار چھوڑ دیں۔ خود کو عیاشیوں اور فحاشیوں کا
خوگر بنانا بند کریں..... لباس، حجامت، چہرہ اسلامی بنائیں، پردے کا پورا اہتمام
کریں۔ حلال و حرام کی تمیز کریں۔ منافقتیں ختم کریں۔ تعیشتات چھوڑ دیں۔ بڑی
بڑی کوٹھیاں، بلڈنگیں، محلات یہ سب عذاب الہی کو دعوت دیتی ہیں۔ ہم اپنی دولت کا
بڑا حصہ گھروں کی تعیشتات، غیر ضروری سجاوٹوں، آرائشوں اور پر تعیش تقریبات پر
ضائع کرتے ہیں۔ جس کے پاس جتنی دولت ہے، اللہ کی امانت ہے۔ اس میں
غریبوں، مسکینوں اور اللہ کی راہ میں نکلے ہوئے مجاہدوں کا حصہ ہوتا ہے۔ اسے ہم دعو
ت و جہاد کے کام کو مضبوط کرنے میں خرچ کریں تو اللہ ہمارے وسائل میں اس سے

زیادہ اضافہ فرمائے گا۔ ورنہ جب اللہ کا عذاب آتا ہے تو سب سے پہلے یہی بڑی کوٹھیاں اور محلات ہی نشانہ بنتے ہیں اور پھر آخر میں کھنڈر بن کر درس عبرت دے رہی ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سوچنے سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!



اللہ اپنے بندوں کی مدد کب کرتا ہے؟

یہ بات محتاج دلیل نہیں ہے کہ بنی نوع انسان کی ابتداء سے ہی اولیاء الشیطان اور اولیاء الرحمن کا مقابلہ جاری ہے۔ ابلیس اپنے لشکروں کی مدد کرتا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ اپنے مجاہدین کے ساتھ ہوتا ہے۔ نصرت الہی صرف وعدوں کی حد تک نہیں ہے بلکہ آسمان کی آنکھ ایسے بے شمار مناظر دیکھ چکی کہ اللہ تعالیٰ مافوق الفطرت اور مخیر العقول حد تک اپنے برگزیدہ بندوں کی مدد کرتا ہے، کیونکہ وہ تمام کائنات کا خالق و مالک ہے۔ ہر چیز اس کے حکم کی پابند ہے پھر وہ جہاں چاہتا ہے وہاں مدد کرتا ہے اور وہ نہایت غیور ہے اور اس کے ساتھ ساتھ قادر مطلق ہے، اس کی قوت کا کوئی حساب نہیں ہے۔

قوت الہی:

کسی بھی دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے سب سے پہلے اس کے بارے میں معلومات کا ہونا ضروری ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ تو پھر ظاہر اور چھپی ہوئی ہر چیز کو جانتا ہے۔

﴿وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلْمَةٍ



الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ﴿٥٩﴾

[الانعام: ۵۹]

ہر گرنے والے پتے کی اس کو خبر ہے اور زمین کے اندر دانے اور ہر تر و خشک چیز کا علم اللہ کی کتاب مبین میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ علیم بذات الصدور ہے، ہر اوٹ اس کے لیے عیاں ہے، ہر ازا اس کے لیے بیاں ہے۔
معلومات کے بعد کسی دشمن کے مقابلے کے لیے عُدۃ و اعداد (تیاری) کی ضرورت ہوتی ہے۔ افرادی قوت اور ان کی تیاری چاہیے ہوتی ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کا وصف یہ ہے:

﴿وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ [الفتح: ۷]

زمین و آسمان کے سب لشکر اسی کے ہیں، ہوائیں، آوازیں، بارش، دھند لکے، برف، پانی، چٹیاں، غرض ہر چیز اس کا لشکر ہے، جس سے چاہے کام لے لے اور پھر فرشتوں کی بہتات کا یہ حال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”آسمان چینتا ہے اور اس کے لیے حق ہے کہ وہ چڑچڑاہٹ کرے کیونکہ

آسمان میں دو انگلیوں کے برابر بھی جگہ نہیں جہاں فرشتے نہ ہوں۔“

[جامع ترمذی، کتاب الزہد، باب ما جاء فی قول النبی ﷺ، حدیث

۲۳۱۳، ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب الحزن والبكاء، حدیث

[۴۱۹۰:]

اور پھر ان کی طاقت کا اندازہ اس آیت سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ نے فرمایا



﴿عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ - ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوَىٰ﴾ [النجم: ۵-۶]
 ”آپ ﷺ کو پوری طاقت والے فرشتے نے سکھایا ہے جو زور آور ہے،
 پھر وہ سیدھا کھڑا ہو گیا۔“

مزید سورہ ہود میں اللہ نے فرشتوں کی طاقت کو اس انداز میں بیان کیا ہے:
 ﴿فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَ آمَطَرْنَا عَلَيْهَا
 حَصَارًا مِّنْ سِجِّيلٍ مَّنْصُودٍ﴾ [ہود: ۸۲]
 ”جب لوط علیہ السلام کی قوم پر ہمارا عذاب آیا تو ہم نے ان کی بستی کو الٹ پلٹ
 کیا اور ان پر نوکیلے پتھروں کا تہ بہ تہ مینہ برسایا۔“

اور اس سب پر مستزاد یہ کہ وہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے:
 ﴿لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾

[التحریم: ۶]

”وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے جو وہ ان کو حکم دیتا ہے اور جو ان کو حکم
 دیا جاتا ہے اسے وہ کر گزرتے ہیں۔“

قوم عاد نے کہا تھا کہ ﴿مَنْ أَشَدُّ مَنَاوِقَةً﴾ ہم سے بڑی سپر پاور کون سی
 ہے۔؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿أَوْ لَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً﴾
 (فصلت: ۱۵)



”ان کو نظر نہیں آتا کہ جس اللہ نے ان کو پیدا کیا ہے وہ ان سے زیادہ طاقت والا ہے۔“

پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر تیز ہوا کے لشکر کو بھیجا جس نے ان کو ملیا میٹ کر دیا۔
 ((وَفِي عَادٍ إِذْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيحَ الْعَقِيمَ ۝ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ أَتَتْ عَلَيْهِ إِلَّا جَعَلْنَاهُ كَالرَّمِيمِ)) [الذاریات : ۴۲]
 ”اور قوم عاد کے بارے غور کریں کریں! جب ہم نے ان پر منحوس ہوا کو بھیجا جس نے ہر چیز کو، جس پر بھی وہ پہنچی، ذرہ ذرہ کر دیا۔“

پھر بھی حیرت ہے کہ ناچیز بندہ اللہ تعالیٰ کی طاقت کا اقرار نہیں کرتا بلکہ اس کے سامنے تکبر کا ارتکاب کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کاش! ظالم غور کریں کہ جب وہ عذاب کو دیکھ رہے ہوں گے تو کہیں گے کہ:

﴿ اِنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيعًا ﴾ [البقرة: ۱۶۵]

”طاقت تو ساری اللہ ہی کے پاس ہے۔“

اللہ کے وعدے:

کمال علم و قدرت رکھنے کے باوجود اللہ اپنے بندوں کو مدد کی یقین دلائی انی کرواتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰۤاَةِ الدُّنْيَا وَ يَوْمَ يَقُوْمُ



﴿الشُّهَادُ﴾ [غافر: ۵۱]
 ”ہم ضرور اپنے رسولوں کی مدد کرتے ہیں اور مومنوں کی بھی دنیا میں بھی اور اس دن بھی جس دن گواہ کھڑے کیے جائیں گے۔“
 دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ وَإِنَّا جُنَدُنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ﴾ (الْصُّفَّت: ۱۷۳)
 ”ہمارے رسولوں سے پرانا وعدہ ہے کہ وہی مدد کیے ہوئے ہیں اور ہمارا لشکر ہی غالب ہوگا۔“

﴿وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ﴾ [الروم: ۴۷]
 ”مومنوں کی مدد کرنا ہم پر فرض ہے۔“

مظاہر نصرت الہی:

اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

﴿وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ﴾ [التوبة: ۱۱۱]

”اللہ تعالیٰ سے زیادہ وعدہ میں وفادار کون ہو سکتا ہے؟“

اور تاریخ شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کمزور مسلمانوں کی مدد کی۔ ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے بچا لیا۔ موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات دی۔ بدر و حنین وغیرہ میں فرشتے



نازل فرمائے، بلکہ خود بھی حصہ لیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَكَةِ أَنْتِي مَعَكُمْ﴾ [الانفال: ۱۲]

”اے محمد ﷺ یا دفرمائیں جب تیرا رب فرشتوں کو وحی کر رہا تھا کہ میں ہی تمہارے ساتھ ہوں۔“

پس تم مومنوں کو ثابت قدم رکھو، میں کافروں کے دلوں میں رعب ڈالوں گا پھر تم ان کی گردنوں پر مارنا اور ان کے ہر جوڑ پر مارنا۔

جب طائف میں نبی ﷺ پر ظلم کیا گیا، طعن و تشنیع کے ساتھ ساتھ پتھر مارے گئے۔ جسم اطہر سے خون رس رس کر جوتوں میں جم گیا تھا۔ اس حالت میں پہاڑوں کا فرشتہ حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ ﷺ! میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں، اگر آپ ﷺ چاہیں تو ان لوگوں کو دو پہاڑوں کے درمیان پیس کر رکھ دو۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”یا اللہ! انہیں ہدایت عطا کر یہ مجھے نہیں جانتے۔“

اور آپ نے صبر کا مظاہرہ کیا، ان لوگوں کو دل سے معاف کر دیا، اس عفو کا نتیجہ بڑا دور رس برآمد ہوا۔ اسی طائف سے بڑے بڑے مسلمان جرنیل اٹھے۔ جنہوں نے سلطنت اسلامیہ کی حدود میں بہت اضافہ کیا۔ محمد بن قاسم قیام پاکستان کی راہیں ہموار کر گئے، اس کے پیچھے پیارے نبی ﷺ کا جذبہ رحم و عفو پوشیدہ ہے۔ (یاد رہے کہ محمد بن قاسم کا تعلق طائف کے قبیلے بنو ثقیف سے تھا)



اللہ کے بندے سے سلوک:

عمومی طور پر اللہ اپنے بندہ پر رحیم و کریم ہے، شفیق ہے۔ ایک عورت کا بچہ گم ہو گیا پھر مل گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کیا خیال ہے یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں ڈال سکتی ہے۔“ کہا گیا ”نہیں“، تب آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَللّٰهُ اَرْحَمُ مِنْ هَذِهِ بَوْلِدِهَا))

”اللہ اس عورت سے بھی زیادہ اپنی مخلوق پر رحم کرنے والا ہے۔“

لیکن چونکہ یہ دنیا دار کا امتحان ہے لہذا یہاں پر اللہ تعالیٰ بندہ سے ویسا ہی سلوک کرتا ہے، جیسا کہ وہ کرتا ہے۔ تاہم اگر بندہ اچھا سلوک کرے تو اللہ تعالیٰ اس سے بڑھ کر بہتر سلوک کرتا ہے۔ چند مثالیں عرض خدمت ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ﴾

”انہوں نے اللہ کو بھلا دیا اللہ تعالیٰ نے ان کو بھلا دیا۔“

﴿ قَالَ كَذَلِكِ اَتَتْكَ اِبَائُنَا فَنَسِيَتْهَا وَكَذَلِكَ الْيَوْمَ تُنْسَى ﴾

[طہ: ۱۲۶]

”اس طرح تیرے پاس ہماری آیات آتی رہیں اور تم نے ان کو

بھلا دیا۔ اسی طرح (روز قیامت) آج ہم نے تم کو بھلا دیا۔“

تو ثابت ہوا کہ جو آدمی رب ذوالجلال سے روگردانی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے

ساتھ یہی سلوک کرتا ہے۔



دوسری طرف اگر بندہ اللہ کو الگ بیٹھ کر یاد کرتا ہے تو اللہ بھی بندے کو الگ سے یاد کرتا ہے اور اگر بندہ اپنے رب کا ذکر لوگوں کو جمع کر کے کرتا ہے تو اللہ بھی پاک فرشتوں کو جمع کر کے اس کے تذکرے کرتا ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ 'و يحذرکم اللہ، حدیث:

۷۴۰۵ و صحیح مسلم کتاب الذکر و الدعاء، باب الحث علی ذکر اللہ.....، حدیث: ۲۶۷۵)

بلکہ اللہ تعالیٰ نے حدیث قدسی میں تو یوں فرمایا ہے کہ اگر بندہ ایک بالشت میری طرف آتا ہے تو میں دو ہاتھ اس کی طرف آتا ہوں اور اگر بندہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف بھاگتا چلا آتا ہوں۔

اگر بندہ اپنے رب یا مومنوں سے نعوذ باللہ مذاق کرتا ہے تو اللہ بھی اس کا اسی انداز سے جواب دیتا ہے:

﴿وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُونَ ۚ وَاللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ﴾
[البقرہ: ۱۴-۱۵]

”اگر اللہ کو کوئی دھوکا دینے کی کوشش کرے تو اللہ اس کے ساتھ وہی سلوک کرتا ہے کہ اس کو دھوکے میں رکھتا ہے۔“

﴿يُخَدِّعُونَ اللَّهَ وَالدِّينَ آمَنُوا وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَ



مَا يَشْعُرُونَ ﴿البقرہ: ۹﴾

”وہ اللہ تعالیٰ اور مومنوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں حقیقت میں تو وہ صرف اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہوتے ہیں اور وہ اس کی سمجھ بھی نہیں رکھتے۔“
اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يُخٰدِعُونَ اللّٰهَ وَهُوَ خٰدِعُهُمْ﴾ [النساء: ۱۴۲]

”وہ اللہ سے دھوکا کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ اللہ ان سے دھوکا کرنے والا ہے۔“

لیکن اس کے مقابلہ میں اگر بندہ اپنے رب کے دین کی حفاظت کرے تو اللہ بھی اس کی حفاظت کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا:

«يَا غُلَامُ! احْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ احْفَظِ اللّٰهَ تَحِذْهُ تُجَاهِكَ تَعْرِفْ اِلَيْهِ فِي الرَّخَاءِ يَعْرِفُكَ فِي الشَّدَّةِ.....»

[مسند احمد: ۱/۳۰۷]

”اے بچے! تم اللہ کی حفاظت کرو..... اللہ تمہاری حفاظت کرے گا اور اللہ کی حفاظت کرو تم (مصیبتوں میں) اس کو سامنے پاؤ گے۔ بھلے دنوں میں اللہ کو پہچانو، اللہ مصائب میں تمہیں پہچانے گا۔“

اس طرح اللہ کی مدد کی جائے تو اللہ اس کا جواب بہت بڑی مدد کے ساتھ دیتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:



﴿إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ﴾

[سورة محمد: ۷]

نصرت الہی کے اسباب و شروط:

جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ اللہ کی مدد بھی آتی ہے کہ اللہ کے دین کی مدد کی جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنْ يَنْصُرْكُمْ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا

الَّذِي يَنْصُرْكُمْ مِنْ بَعْدِهِ﴾ (آل عمران: ۱۶۰)

”اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں آ سکتا اور اگر اللہ تعالیٰ تمہارا ساتھ چھوڑ دے تو بتلاؤ کون ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کر سکے گا؟“

ذیل میں ہم اللہ کی مدد کے کچھ اسباب و شروط ذکر کرتے ہیں۔

① اللہ کے دین کی مدد:

سابقہ نصوص سے ثابت ہو چکا کہ اللہ کے دین کی مدد کرنے سے اللہ بندوں کی مدد کرتا ہے اور اگر اللہ کے دین کی نصرت کی بجائے اپنی ترجیحات قوم، ملک، وطن کو بنالیا جائے تو اللہ کی مدد رک جاتی ہے۔ کافر مسلمان کو نہتا کر کے مارتے ہیں۔ اگرچہ وہ وطن و ملک اسلامی ہی کیوں نہ ہو، کسی بھی سرزمین کی اہمیت اس پر نافذ ہونے



والے اسلام کی وجہ سے ہوتی ہے۔ جس قدر اللہ تعالیٰ کا قانون لاگو کیا جائے گا اسی قدر وہ خطہ زمین اللہ کو محبوب تر ہوتا جائے گا۔

۲ ایمان باللہ:

اللہ کی مدد کے نزول کے لیے اہم شرط یہ ہے کہ بندہ میں ایمان موجود ہو، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾

[آل عمران: ۱۳۹]

”کمزور نہ بنو اور نہ ہی غم کھاؤ اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم مؤمن ہو۔“

ایمان سے مراد عقائد کی درستی بھی ہے اور ایمان کی محبت بھی۔ یہ محبت ہی ہے جو ایماندار کو گھر سے نکال باہر کرتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

«تَضَمَّنَ اللَّهُ لِمَنْ خَرَجَ فِي سَبِيلِهِ لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا جِهَادًا فِي سَبِيلِي، وَ إِيْمَانًا بِي، وَ تَصَدِيقًا بِرُسُلِي فَهُوَ عَلَى ضَامِنٍ أَنْ أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ»

[صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل الجہاد و الخروج، حدیث: ۱۸۷۶]

”اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی ضمانت دی ہے جو اللہ کے راستہ میں نکلتا ہے، اس کو صرف جہاد فی سبیل اللہ اور اللہ پر ایمان اور رسولوں کی تصدیق ہی



باہر نکالتی ہے کہ اللہ اس کو جنت میں داخل کرے گا۔“
تو وہ ایمان جو نصرت الہی کا مستوجب ہوتا ہے وہ بندے کو گھر سے نکلنے پر مجبور بھی کر دیتا ہے اور وہ مال و جان، اولاد، کاروبار قربان کرنے سے گریز نہیں کرتا۔ یہی وہ ایمان ہے کہ جس کے رشتہ کی وجہ سے وہ سمندر پار بہن، بیٹی کو اپنی بیٹی تصور کرتے ہوئے ان کے لیے نکل کھڑا ہوتا ہے اور طاغوت کی کھینچی ہوئی لکیروں اور حدود و قیود میں مقید نہیں ہوتا۔ اس طرح کے ایمان والوں کو غلبہ ملا کرتا ہے اور ایسے وفادار کو اللہ بے یار و مددگار نہیں چھوڑا کرتا۔

۳) قتال فی سبیل اللہ:

قتال فی سبیل اللہ، اللہ کی مدد کو کھینچ لانے کا سبب بنتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ بدر کے میدان میں اپنی جمع پونجی ۳۱۳ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو لے کر قتال کرنے کے لیے میدان میں اترے، اللہ تعالیٰ سے دعائیں بھی کیں، اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار دشمن کے مقابلہ کے لیے پانچ ہزار فرشتوں کا لشکر روانہ فرمایا اور خود بھی حصہ لیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِيهِمْ وَيُنْصِرْكُمْ عَلَيْهِمْ

وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ ﴾ [التوبة: ۱۴]

”ان کے ساتھ قتال کرو۔ (اس کے چار فوائد ہوں گے) اللہ ان کو تمہارے



ہاتھوں عذاب دے گا، ان کو ذلیل کرے گا، تمہاری مدد کرے گا اور
مؤمنوں کے سینہ کو شفا دے گا۔“

یہ سب فوائد قتال کے ہیں لیکن اگر طاقت کے باوجود قتال سے روگردانی کی
جائے بلکہ قتال و مجاہدین کی مخالفت یا حوصلہ شکنی کی جائے اور دعائیں یہ ہوں کہ اے
اللہ! دشمن کی توپوں میں کیڑے ڈال دے تو اس طرح اللہ کی مدد نہیں آتی بلکہ اللہ کی
مدد و رحمت تو اس وقت جوش میں آتی ہے جب نہتے تین سو تیرہ میدان سجائے کھڑے
ہوں اور دعا یہ ہو:

”اے اللہ! اگر یہ جماعت قتل ہوگئی تو تیری کبھی عبادت نہیں کی جائے
گی۔“

۴) امتحان پاس کرنا:

اللہ کی مدد ایک انعام ہے، جو امتحان کے بعد پاس ہونے والوں کو ملتا ہے اور یہ
اللہ کی سنت و فطرت ہے۔ قاعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ امتحان کے بعد مدد نازل کرتا ہے اور
جتنا ایمان مضبوط ہو، اتنا ہی امتحان کڑا ہوتا ہے اور اس پر صبر و استقامت دکھانے
والوں کو اتنی ہی بڑی مدد ملتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ وَإِنَّ الْفَرْجَ مَعَ الْكُرْبِ»

[مسند احمد: ۱/۳۰۷]

”مدد صبر کے ساتھ ہوتی ہے اور کشادگی مصائب کے بعد ہوتی ہے۔“



اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّىٰ نَعْلَمَ الْمُجْتَهِدِينَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِينَ وَنَبْلُوَنَّكُمْ

أَحْبَارَكُمْ﴾

[محمد: ۳۱]

”ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے حتیٰ کہ تم میں مجاہدین اور صبر کرنے والوں کو

پہچان لیں۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّكُمْ مُصِيبُونَ وَ مَنْصُورُونَ وَمَفْتُوحٌ لَّكُمْ فَمَنْ أَدْرَكَ ذَلِكَ

مِنْكُمْ فَلْيَتَّقِ اللَّهَ»

[مسند احمد: ۳۸۹/۱]

”اے عبداللہ بن مسعود! تم پر مصائب آئیں گے، پھر تمہاری مدد کی جائے

گی پھر فتوحات ملیں گی۔ جس پر وہ دن آجائیں، اس کو اللہ سے ڈرنا

چاہیے۔“

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”ہم نے مکہ کے کافروں کے ظلم کا

تذکرہ کرتے ہوئے آپ ﷺ سے شکایت کی۔ آپ کعبہ کے سایہ میں بیٹھے تھے۔

ہم نے کہا آپ ﷺ ہمارے لیے اللہ سے مدد کیوں طلب نہیں فرماتے، آپ

ہمارے لیے دعائیں کیوں نہیں فرماتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

”تم سے پہلے مسلمانوں کو لایا جاتا۔ گڑھا کھود کر گاڑ دیا جاتا پھر آری کے

ساتھ چیر پھاڑ دیا جاتا اور لوہے کی کنگھی کے ساتھ گوشت اور ہڈیاں الگ



کردی جاتیں۔ اس کے باوجود وہ دین پر قائم رہتا۔“
«وَاللّٰهُ لَيُتِمِّنَّ هَذَا الْأَمْرَ حَتَّى يَسِيرَ الرَّاَكِبُ مِنْ صُنْعَاءِ إِلَى
حَضْرَمَوْتَ لَا يَخَافُ إِلَّا اللَّهَ أَوْ الدِّئْبَ عَلَى غَنَمِهِ، وَلَكِنَّكُمْ
تَسْتَعْجِلُونَ»

[صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الاسلام
حدیث: ۳۶۱۲]

”اللہ کی قسم ہے! اللہ اس معاملہ کو پورا کر کے چھوڑے گا۔ حتیٰ کہ مسافر صنعاء
(یمن) سے حضرموت تک چلے گا، اس کو اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ ہوگا اور
نہ ہی بھیڑیے کا خوف بکریوں پر لیکن تم جلد باز ہو۔“

رب ذوالجلال نے قرآن حکیم میں فرمایا:

﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُدْخِلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا
مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّى يَقُولَ
الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصُرُ اللَّهَ ۖ﴾ [البقرہ: ۲۱۴]
”کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ تم ایسے ہی جنت میں چلے جاؤ گے اور حالانکہ ابھی
تک تمہارے پاس سابقہ مسلمانوں کی مثالیں نہیں آئیں۔ ان کو
مصیبتیں، بلائیں پہنچیں اور ہلا کر رکھ دیا گیا، حتیٰ کہ اللہ کے رسول ﷺ
مومن یہ پکارا اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی، خبردار اللہ کی مدد قریب ہے۔“



دوسری آیت مبارکہ میں ہے۔

﴿وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلَىٰ مَا كُذِّبُوا وَ
أُودُوا حَتَّىٰ أَنَّهُمْ نَصَرْنَا﴾ [الانعام: ۳۴/۶]

البتہ آپ سے پہلے رسولوں کو بھی جھٹلایا گیا اور انہوں نے صبر کیا اس بات پہ کہ وہ
جھٹلائے گئے اور ایذا دیے گئے حتیٰ کہ اللہ کی مدد آگئی۔

﴿لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ﴾ [الانعام: ۳۴]
”اللہ کی لکھت نہیں بدلتی۔“

ان تمام نصوص سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ اللہ کی سنت و فطرت ہے جو
بدلتی نہیں کہ اللہ کی مدد آزمائشوں کے بعد ہی آتی ہے۔ لہذا! اللہ کی راہ میں مصائب
دیکھ کر گھبرانے کی بجائے خوش ہونا چاہیے کہ اللہ کی مدد کے آثار نظر آ گئے اور یہ اللہ کی
بندے سے محبت کی نشانی ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

«مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُصِبْ مِنْهُ»

[صحیح البخاری، کتاب المرض، باب ما جاء فی کفارة المرض،
حدیث ۵۶۴۵]

”اللہ جس سے خیر چاہتا ہے اسے آزمائش میں ڈال دیتا ہے۔“

ان حالات میں پریشان وہ ہوتے ہیں جو جلد باز ہوں۔



⑤ ضعیف و فقراء کی مدد کرنا:

نصرت الہی کا ایک وسیلہ یہ بھی ہے کہ اپنے اندر موجود کمزور لوگوں ایتام، بیوگان، فقراء، مساکین کا خیال رکھا جائے۔ ان کی کفالت کی جائے، مسافرین، طالبان علم اور محتاج لوگوں کا خیال رکھا جائے، تو اس سے اللہ کی مدد بھی آتی ہے اور رزق میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ حدیث نبوی ہے:

«إِنَّكُمْ تُنْصَرُونَ وَ تُرْزَقُونَ بِضَعْفَاءِكُمْ»

(صحیح البخاری کتاب الجہاد باب ۷۶)

”تم صرف کمزور لوگوں کی وجہ سے رزق دیے جاتے ہو اور مدد کیے جاتے ہو۔“

اگر کوئی مہمان یا غریب طالب علم یا مجاہد کھانا گھر سے کھا جاتا ہے تو یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ میرا نقصان ہو گیا بلکہ وہ کھانا اسی کا تھا۔ تبھی تو وہ کھا گیا، میرا ہوتا تو نہ کھاتا۔ صرف اللہ نے میری تنخواہ میں اس کا کھانا ڈال دیا تاکہ مجھے آزمائے۔

نصرت الہی اور جہاد افغان:

آج یہ سوال پیدا ہو رہا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ کتنے ہی مخلص لوگ دنیا کے مختلف حصوں میں غلبہ دین اور مظلومین کے لیے کام کر رہے ہیں اور یہ کہ مسلمان جگہ جگہ پٹ رہے ہیں۔ اللہ کی مدد کیوں نہیں آتی؟ اس کا جواب دو حصوں میں ہے۔
۱۔ یہ سوال ہی غلط ہے کہ اللہ کی مدد نہیں آتی ہے بلکہ بہت آتی ہے۔

۲۔ دوسرے یہ کہ بدروحنین جیسی مدد نہ آنے کے کئی اسباب ہیں ان کا تذکرہ ہم بعد میں کریں گے۔

افغانستان میں اللہ کی بہت مدد آئی۔ آج یورپ کے عوام اسلام کو بہت پڑھ رہے ہیں۔ وہ کون سا نظریہ حیات ہے جو نہتے لوگوں کو امریکہ جیسے بھیڑیے کے مقابلہ میں کھڑے ہونے کی جرأت عطا کرتا ہے۔ مگر مسلمانوں کا عالم کفر و الحاد کے اتحاد کے خلاف کھڑے ہونا، چار ماہ سے زائد کلکسٹر، ڈیزی کٹر، نیپام اور کروڑ بھوں، میزائلوں کی بارش تلے جسے رہنا اللہ کی مدد کے بغیر کیسے ممکن تھا؟ خود عالم کفر حیران تھا کہ کیا ہو رہا ہے؟ پھر اس کے بعد ڈالروں کی بوچھاڑ ہوئی جس سے مجاہدین کو محفوظ ٹھکانوں میں سمٹ جانا پڑا۔

آج محتاط ترین اندازے کے مطابق اتحادی غنڈوں کے مُرداروں کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ ہے۔ ساڑھے چار ہزار اور چھ ہزار کا عدد بھی گھوم رہا ہے۔ جبکہ مجاہدین شہداء کی تعداد اس سے کم ہے، اگرچہ عوام مسلمانوں کی شہادتیں بہت ہوئیں۔ نتائج کے اعتبار سے دیکھ لیں عالم کفر کا اتحاد ابھی تک اپنے اہداف پورے نہیں کر سکا اور روس و چین خاموش تماشائی نہ جانے وہ کس مناسب موقع کی تلاش میں ہیں۔ اتحادیوں پر جوابی حملے شروع ہو چکے ہیں۔ جہاز و ہیلی کاپٹر گر رہے ہیں لیکن ”فنی خرابی“ کی نذر کر دیے جاتے ہیں لیکن یہ خرابی اتنی لمبی نہیں کی جاسکتی جتنا لمبا پروگرام مجاہدین بنا رہے ہیں۔ حالیہ جہاد میں مٹھی بھر نہتے جانبازوں کے خلاف دنیا کے بڑے



بڑے ”جگے“ اکیلے نہیں لڑ سکے بلکہ جنگ شروع کرنے سے پہلے کتنا ٹائم اتحاد بنانے پر لگا۔ برسوں پہلے نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا:

﴿ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ ﴾

[صحیح بخاری، کتاب التیمم، باب، حدیث: ۳۳۵]

”ایک مہینہ کی مسافت سے بھی میرا رعب دشمن پر جاتا ہے۔“

یہ بھی اللہ کی مدد ہے۔ آج ظالم اتحادیوں پر مجاہدین کا اتنا رعب ہے کہ ملکوں کے ملک لڑتے ہیں اور چند مجاہدین کو قید کر کے لے جانے کے لیے ان کو زنجیر پہنانے، کان و آنکھیں بند کرنے کے باوجود، دو، دو فوجیوں کے پہرہ کے باوجود ان کو نیم بیہوش کر کے منتقل کیا جاتا ہے۔ یہ رعب بھی اللہ کی مدد کی ایک شکل ہے۔ دشمن پر رعب کا یہ عالم ہے کہ عرب ممالک سے اپنی فوجیں نکالنے کی دھمکیاں مل رہی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دشمن اپنے زخم چاٹ رہا ہے۔ سوچ رہا ہے کہ نہ تو مجاہدین کا نیٹ ورک ختم ہوا ہے بلکہ چند شہداء کے علاوہ تمام عرب مجاہدین امریکہ کی نفرت سے جلتے ہوئے سینے لے کر واپس وطن پہنچ چکے ہیں، جن کے خطرے سے اب فوجیں واپس لے جانے کی باتیں ہو رہی ہیں۔

عید الفطر کے بعد بی بی سی کی عربی سروس میں ایک امریکی کمانڈر کا بیان نشر کیا گیا۔ اس نے بتایا کہ ہمیں دو مختلف واقعات میں ایک مجاہد اور ایک اونٹ نظر آیا۔ میں نے لیزر گن کے ساتھ اور دوسرے ساتھیوں نے بھی ان پر فائر کیا، ان کو ہم نے گر



تے ہوئے بھی دیکھا مگر ڈھونڈنے پر بھی کہیں ان کی نعش نہیں ملی۔ دوسرے یہ کہ جنگ وجدال میں اونچ نیچ ہوتی رہتی ہے، جب روسیوں کے خلاف جہاد ہوا تو ابتدائی سال ایسے ہی تھے۔ مجاہدین نہتے تھے، کلہاڑوں کے ساتھ مقابلہ کرتے تھے، اور جب ان کی آزمائش و ابتلاء کا کورس پورا ہوا تو اللہ کی مدد کے دروازے کھل گئے۔ پھر آسمان نے دیکھا کہ ان مٹھی بھر مجاہدین کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے روس کی پانچ لاکھ آرمی کو شکست و ریخت سے دوچار کیا، حالانکہ مقابلہ میں ایک طیارہ بھی نہیں اڑایا گیا۔ اس حساب سے ابھی ابتداء کا دور چل رہا ہے اور اللہ تعالیٰ تسلیاں دیتا ہے:

﴿إِنْ يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهُ وَ تِلْكَ الْآيَاتُ

تُذَوِّلُهَا بَيْنَ النَّاسِ﴾ [آل عمران: ۱۴۰/۳]

”اور تم کمزوری نہ دکھاؤ اور غم بھی نہ کرو۔ تم ہی اوپر رہو گے اگر تم مومن ہو۔

اگر تمہیں زخم لگے ہیں تو (کوئی بات نہیں) ان کو بھی زخم لگے ہیں یہ تو اللہ

تعالیٰ دن پھیرتا رہتا ہے۔“

اس کے بعد اپنی واضح مدد کی تاخیر کی حکمتیں بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

”اور تا کہ اللہ مومنوں کا ایمان پر کھے اور تم میں سے (وی آئی پی یعنی خصوصی مہمان) شہداء کا چناؤ کر سکے اور اسلام کے ظاہری اور وقتی غلبہ سے پریشان نہ ہونا اور ظالموں کو اللہ قطعاً پسند نہیں کرتا اور تا کہ مومنوں کا امتحان لے سکے اور کافروں کو مٹا ڈالے۔“

(آل عمران)



ان مقاصد و عالی حکمتوں کی وجہ سے اللہ رب العزت نے جو محمد رسول اللہ ﷺ اور ان کے پاک باز صحابہ کو بھی وقتی ہزیمت سے دوچار کیا۔
بدر و حنین جیسی مدد:

رہی یہ بات کہ آج مسلمانوں پر عہد نبوی والی مدد کیوں نہیں ہوتی، وجہ عرض کہ ہم ابھی بہت پیچھے ہیں، شاعر کہتا ہے ۔
فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی
حقیقت یہی ہے کہ اگر وہ والی فضا پیدا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ بھی وہی ہے جو وعدے وفا کر کے دکھائے گا۔ اگر احد کے میدان میں بھی بعض صحابہ کی ایک اجتہادی غلطی کی وجہ سے فتح ہار میں بدل سکتی ہے تو آج کے مسلمان میں تو اتنی غلطیاں ہیں کہ غلط کو غلط کہنے کا احساس ختم ہوتا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نصرت کے لیے ﴿إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ کی شرط لگائی ہے۔ پہلے آئیے! دیکھیں کہ ہمارے ایمان و اعتقاد کا کیا حال ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک صحابی اپنی لونڈی لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اس کو میں آزاد کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے اس کا امتحان لیتے ہوئے فرمایا! ”اللہ کہاں ہے؟“ بولی ”آسمانوں میں۔“ پھر دریافت فرمایا ”میں کون ہوں؟“ بولی ”آپ اللہ کے رسول ﷺ ہیں“ آپ ﷺ نے فرمایا:
﴿اعْتَقُهَا فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ﴾



”اس کو آزاد کر دو یہ مومنہ ہے۔“

اور اگر یہی پرچہ پاک و ہند و افغانستان کے مسلمانوں کے سامنے رکھا جائے تو ۹۰ فیصد مسلمان فیل ہو جائیں۔ کسی کا اللہ دموں میں گھسا ہوا ہے۔ کسی کا چاند تاروں اور مرغزاروں میں ہے اور کسی کا ہر جائی اور کسی کو پتہ ہی نہیں۔ آج ہماری اکثریت تو ہم پرست ہے اور جہاں تک اسلام کی عملی صورت حال کا تعلق ہے تو الامان والحفیظ جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں

یاد رکھیں! اللہ انسانوں کے ساتھ من حیث الامۃ ڈیل کرتا ہے نہ کہ فرداً فرداً۔ سکول کا ٹیچر اگر بچوں کو شرارتیں کرتا دیکھے تو سب کو مرغا بنا دیتا ہے حالانکہ ممکن ہے کوئی بے قصور بھی ہو۔ اب سوچنے کا مقام ہے کہ یہ تو ہم سوال کرتے ہیں کہ مدد کیوں نہیں آ رہی لیکن کیا ہم نے غور کیا ہے کہ ہم نے جہاد فی سبیل اللہ کو دبا ہی لیا ہے؟ علماء بھی سوچیں عوام بھی، حاکم بھی اور محکوم بھی۔ شریعت یہ کہتی ہے کہ جب کسی مسلمان علاقے پر کفر یلغار کرے تو قریب قریب کے سب مسلمانوں پر جہاد طرح واجب ہوتا ہے۔ جہاد شروع ہوا تو ہم سے کتنے لوگ وہاں گئے ہیں۔ اگر پاکستان کی پندرہ بیس کروڑ آبادی میں سے چالیس لاکھ ہی نوجوانوں وہاں گئے ہوتے تو کیا کافر اسی طرح مسلمانوں کو کچلتا چلا جاتا اور جہاں تک مالی امداد کا تعلق ہے تو اپنی زکوٰۃ کا نہ جانے کتنا حصہ مجاہدین کو دے کر ہم اپنا یہ پوچھنے کا حق محفوظ رکھتے ہیں کہ مجاہدین نے میدان ابھی کیوں نہیں مارا۔ حقیقت میں یہ سب مصائب ہمارے گناہوں کا نتیجہ ہیں اللہ کی طرف



رجوع کرنا چاہیے۔ ضرورت اس بات کی ہے ہم دین حنیف کی طرف لوٹیں۔ تیاری کریں چار دن ایمان و غیرت اور آزادی کی قسطیں دے دے کر اور سود کی قسطیں دے دے کر جنگ کو لیٹ تو کیا جاسکتا ہے ختم نہیں کیا جاسکتا۔ بوسنیا اور کسوا کے نہتے مسلمانوں کی ہڈیاں بول بول کر پکار رہی ہیں کہاں کھو گئے ہو او مسلمانو!



آسمانی مدد کا موسم اور ہماری ذمہ داری

﴿ إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ
الْمَلَائِكَةُ ﴾

ازل ہی سے اہل ایمان سے صرف ایمان کی بنیاد پر دشمنی کی جاتی رہی ہے۔ جب بھی اس دنیا میں یہ آواز بلند ہوئی کہ اس کائنات کا رب اللہ ہے، زمین و آسمان اس کے پیدا کردہ ہیں اور ساری مخلوقات کا خالق وہی ہے، اس نے انسانوں کو پیدا کیا اور انکے رہنے سہنے اور کھانے پینے کے اسباب پیدا فرمائے، بے شمار نعمتوں کو عطا کرنے والا وہی ہے۔ لہذا! اسی کا یہ حق ہے کہ اس کائنات میں اس کا حکم چلے، اسی کی عبادت ہو، اس کے ساتھ شرک نہ ہو۔ سب لوگ اس سے محبت کریں اور اس کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کریں تو دنیا میں شیطان اور اس کے ایجنٹوں نے ایسے حق والوں پر مختلف قسم کے الزامات لگا کر جھوٹے پراپیگنڈے کے زور پر لوگوں کو غلط گائیڈ کر کے ان کے خلاف ابھارا اور ان سے دشمنیاں کیں۔



آپ انبیائے کرام کی زندگیوں پر نظر ڈالیں ان کے کردار اور اخلاق میں کوئی کمزوری نہیں ملے گی۔ کوئی جرم کوئی عیب ان کی ساری ساری زندگیوں میں نہیں مل سکے گا۔ بلکہ وہ اعلیٰ اخلاق اور بلند کردار کے عظیم مینار اور انسانی ہمدردی و خیر خواہی کے روشن چراغ نظر آئیں گے۔ مگر ایمان کی بنیاد پر شیطانی ٹولے نے ان پاکباز شخصیتوں سے بھی دشمنی کی اور ان کے قتل کے درپے ہوئے اور سو فیصد جھوٹے پراپیگنڈے کر کر کے ان کی مخالفت کرتے رہے اور لوگوں کو اس عظیم علم سے، اس کائنات کا رب اللہ ہے لہذا! اسی کا حق ہے کہ اس کا دین اس دنیا پر غالب ہو اور اس کی نافرمانی نہ ہو، اندھیروں میں رکھتے رہے۔

ان پاکباز اور اعلیٰ اخلاق و کردار پیغمبروں سے دشمنی کرنے والے ایسے گندے اور ذلیل لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمن، انسانیت کا دشمن آگ کی طرف بلانے والے لیڈر و حکمران قرار دیتے ہوئے روئے زمین پر چلنے والی تمام مخلوقات سے بدتر قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ ان کا مقصد صرف اپنی خواہشات کی پیروی ہے اور ان کی زندگی جہالت و گمراہی پر مبنی ہے۔

وہ دشمنی چونکہ صرف ایمان کی بنیاد پر تھی۔ اس لیے اہل ایمان کو ایسے موقع پر ڈٹ جانے کا حکم دیا گیا اور شیطان اور اس کے ایجنٹوں کے مقابلے پر ان کے الزامات، جھوٹے پراپیگنڈے، تحقیر و تذلیل کے منصوبے ان سب کے خلاف صرف اس بنیاد پر کہ ”ہمارا رب اللہ ہے، ہم نے اسی کی اطاعت و عبادت کرنا ہے، اسی کے حکم پر چلنا



ہے، اسی کے دین کو قائم رکھنا ہے، ڈٹ جانے کا حکم دیا گیا اور صرف خود ہی ڈٹ جانے کا حکم نہیں بلکہ ”اِسْتَقَامُوا“ عربی گرائمر کے اعتبار سے باب استفعال ہے جس میں عموماً ”مد“ طلب کے معنی و مفہوم میں مراد ہوتا ہے۔ یہ لفظ بیان کر کے گویا تقاضا کیا گیا کہ دوسروں کو بھی اس قول اور منہج پر قائم رکھو۔ ادھر وہ جھوٹ بولیں جھوٹے پراپیگنڈے کریں اور مایوسیاں پھیلانے کی کوشش کریں، بندوں کا رب پر اعتماد و یقین کمزور کرنا چاہیں، ادھر تم دعوت کا کام تیز کر دو رب کی قدرتوں اور طاقتوں کے تذکرے کر کے، اس دنیا میں پہلے اہل ایمان کو اللہ نے کیسے کیسے اپنی مدد بھیج کر غالب کیا اور کفر کی طاقتوں کو برباد کیا یہ تذکرے کر کے اہل ایمان کو ایمان پر قائم رکھو ان کے حوصلے بڑھاؤ، اللہ پر ایمان و یقین کو پختہ کرو تا کہ وہ کفر اور اس کے پراپیگنڈے سے اور اس کی دھمکیوں سے مرعوب نہ ہوں اور ان کے ایمان میں کمزوری واقع نہ ہو اور انکی نظریں اس دنیا کے مفادات سے آگے جنت کے حصول پر اور دوزخ سے بچنے پر ہوں اور انکے عقائد و اعمال میں کمزوری واقع نہ ہو بلکہ یہ کفر اور اہل کفر سے نفرتوں میں زیادہ ہوں۔ ان کی دہشت گردیوں، ان کے ظلم و ہوس پرستی کو سمجھیں اور اللہ سے اور اس کے رسول سے محبت میں ثابت قدم رہیں، اللہ کے دین پر پختہ رہیں۔

گویا قرآن کی اس آیت نے جہاں ایک بہت بڑی حقیقت ہمارے سامنے کھول دی وہیں کرنے کا کام بھی بتا دیا کہ جب ”رَبُّنَا اللّٰهُ“ کی بنیاد پر اہل ایمان کھڑے ہوں گے تو کفر کی طرف سے پراپیگنڈے، گھیراؤ، پابندیاں، دھمکیاں بھی شروع ہو



جائیں گی اور ایسے وقت میں اہل ایمان تم نے نہ صرف خود ثابت قدم رہنا ہے بلکہ دوسروں کو بھی ”رَبُّنَا اللَّهُ“ کے عقیدے پر قائم رکھنا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں جنگ احزاب کا موقع اس کی بہترین مثال ہے۔ آپ نے جب ایمان کی بنیاد پر کام شروع کیا تو دشمنی شروع ہو گئی۔ جوں جوں کام بڑھتا گیا کفر نے اپنی حکومتیں گرتی ہوئی محسوس کیں۔ یہود و صلیبی ظالموں اور سود خوروں کو اپنی خواہشات کی وجہ سے انسانیت پر ظلم اور آسانی شریعتوں پر ظلم کرنیوالوں کو اپنا سب کچھ برباد ہوتا نظر آنے لگا تو سارا کفر جمع ہو گیا۔ قوتوں کے اتحاد بننے لگے، سارا کفر جمع ہو گیا، کس کے خلاف؟ جسے وہ صادق و امین کہتے تھے۔ جس کی زندگی پر ایک اعتراض بھی نہیں کر سکتے تھے، جس کی سچائی کو تسلیم کرتے تھے اور کیوں جمع ہوئے؟ قتل کے منصوبے کیوں بننے لگے؟ صرف ایمان کی وجہ سے کہ وہ کہتے تھے۔ اس کائنات میں اللہ کا حکم چلنا چاہیے۔ تمہارا حق نہیں کہ انسانوں کو اپنی خواہشات کا غلام بناؤ اور انہیں اپنے رب سے دور رکھو اور جہنم کا ایندھن بناؤ۔ تو اس وقت اہل ایمان ڈٹ گئے۔ بہت پریشانیاں تھیں، معاشی حالات بالکل سازگار نہ تھے۔ کھانے پینے تک کے لیے کچھ نہیں ملتا تھا۔ پیٹوں پر پتھر باندھ رکھے تھے، اسلحہ اور مال اسباب بھی وافر میسر نہ تھے، باہر میدان میں نکل کر لڑنے کی طاقت بھی نہیں تھی، باہر سے بھی کوئی امید نہ تھی۔ پوری دنیا میں مدینہ کو تنہا کر دیا گیا تھا اور اندر سے منافقین یہود و نصاریٰ کے ایجنٹ مایوسیاں پھیلا رہے تھے کہ اب تمہارا کیا بنے گا؟



ساری دنیا تمہارے خلاف ہو چکی ہے، ان سے ڈر جاؤ۔ سورۃ احزاب پڑھ کر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کس قدر شدید حالات تھے۔ مگر ہمارے پیغمبر اور صحابہ کرام ایمان کی بنیاد پر ہی ڈٹ گئے اور کفار کے پراپیگنڈے کا توڑ کرنے لگے۔ لوگوں کو اللہ کی قوت پر مطمئن کرنے لگے۔ کہتے:

﴿ هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ ﴾

[الاحزاب : ۲۲]

”یہ وہی ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ کے رسول نے سچ کہا تھا۔“

اس چیز کا اللہ نے ہمیں وعدہ دے رکھا تھا اور اللہ اور اس کے رسول سچے ہیں اور ان کے ایمان و یقین میں پختگی ہی آئی تھی کفر اپنی تمام تر چالوں کے ساتھ انہیں اس راستے سے بدگمان نہیں کر سکا اور یہی وقت ہوتا ہے اللہ کی نصرت کا، اس کی طرف سے مدد کے اترنے کا۔ حقیقت ہے کہ کفر کی ان یلغاروں، گھیراؤ، پابندیوں میں اللہ پر ایمان میں ثابت قدم رہنا، بالکل پرواہ نہ کرنا اور مطمئن رہنا اللہ کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط سے مضبوط کر لینا، یہ عمل اللہ کی مدد اترنے کے لیے بنیاد بنتا ہے۔ اسباب و مسائل بنیاد نہیں بنتے۔ ہجرت کے سفر میں جب نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ غار میں چھپے ہوئے تھے، کوئی طاقت پاس نہ تھی، کہیں سے حمایت میسر نہ تھی۔ کافرنگی تلواریں لیے دندناتے پھر رہے تھے اور غار کے اوپر چڑھے ہوئے تھے۔ اس وقت بھی



حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے گھبراہٹ کا اظہار کیا تو ہمارے پیغمبر ﷺ نے یہی فرمایا تھا۔

﴿لَا تَحْزَنَ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا﴾

”غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔“

یہاں بھی اللہ نے مدد کی اور احزاب کے موقع پر بھی مدد نازل کی۔ فرشتے اتار دیے، ہوائیں بھیج دیں اور لڑائی کا سارا معاملہ اللہ نے اپنے ذمے لے لیا۔

ہمارے کرنے کے کام:

آج بھی صورتحال یہی ہے۔ کفر اس دنیا میں دندنارہا تھا، جمہوریت کے نام پر کفار اپنی خواہشوں پر زندگی گزار رہے تھے، اللہ کی بڑائی و عظمت اور اس کی فرمانبرداری کا تصور ختم ہو رہا تھا۔ مسلم ملک، حکمران اور عوام بھی رب کی مرضی پر زندگی گزارنے کی بجائے کفار کی دوستی اور ان کی نقالی میں ہی کامیابی اور عزت تصور کرتے تھے۔ اسلام پر جاہلیت کے آوازے کسے جاتے تھے۔ اللہ اور اس کے رسول کے طریقوں کو برا سمجھا جاتا تھا۔ اسلام دب گیا اور کفار کے گروہ ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کے پروگرام لیے پھرتے تھے تو ایسے وقت میں پاک و افغان و سرزمین سے یہ نعرے بلند ہونے لگے کہ یہ زمین اللہ کی ہے، یہ آسمان اللہ کا ہے اور اس کائنات میں حکم اللہ کا چلنا چاہیے، اس ایمان کی بنیاد پر تربیت ہونے لگی۔ امت مسلمہ کے نوجوان دعوت و جہاد کے منہج کو سمجھ کر کفر کی غلامی چھوڑنے لگے۔ سنت پر عمل اللہ سے محبت، دین کے سچے جذبے، جنت کے حصول کی کوششیں ہونے لگیں۔ کفر کے پراپیگنڈے

دم توڑنے لگے اور خواہشات کے پجاری جمہوری شیطانوں کو دین حق کے زبردست براہین کے سامنے اپنے باطل کی عمارت منہدم ہوتی نظر آنے لگی۔ کفر کی حکومتوں نے اپنے سامنے اسلام کو کلمہ حق کو بلند ہوتا دیکھا تو ہمیشہ کی طرح اب بھی کفر جمع ہو گیا۔ اس نے پراپیگنڈے شروع کر دیے، جھوٹے الزام لگا لگا کر لوگوں کو گمراہ کرنا شروع کر دیا۔ اپنی طاقتوں کو لے کر وہ ان اہل ایمان پر چڑھ دوڑے۔ ان کے ایجنٹ بھی ان کی بولی بول رہے ہیں اور لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول سے پیچھے کھینچ رہے ہیں۔ تو یہ وقت ہے کہ اہل ایمان اپنے رب کے اعتماد کو پختہ کریں، رب کو سچا سمجھیں، اسے طاقتوں والا، عزت و ذلت کا مالک، حکومت دینے اور چھیننے والا جان کر استقامت اختیار کریں۔ اہل علم لوگوں کو پراپیگنڈوں سے نکالنے کے لیے مایوسیوں سے بچانے کے لیے رب کی قدرتوں کے تذکرے کریں۔ اللہ کی عظمت کو بیان کریں۔ انبیاء کے واقعات و اسلاف امت کے تذکرے کر کے ان کے اندر ایمان کے جذبات بھڑکائیں اور انہیں راہ حق پر ثابت قدم رکھیں کہ یہ وقت اسی کام کا تقاضا کرتا ہے۔ گھبرائیں نہیں کفر کے پراپیگنڈے میں نہ آئیں۔ بلکہ یہ جھوٹے اور بدترین لوگ ہیں۔ ان سے نفرت کا درس دیں۔

مادی اسباب و وسائل کے پراپیگنڈے میں بھی نہ آئیں۔ ایسے تجزیے کرنے والے ذرا یہ تو سوچیں کہ جنگ بدر میں اللہ کے نبی ﷺ پاس کیا تھا؟ جنگ احزاب کے موقع پر ان کے پاس کیا تھا؟ نبی ﷺ کو نمونہ بنا لیں۔ ایمان پر استقامت اور



لوگوں کو قائم رکھنا، کفر کے پراپیگنڈے توڑنا، اللہ کی محبت پر دعوت و جہاد کے عمل پر ڈٹے رہنا، یہ اللہ کی مدد اترنے اور فرشتے اترنے کی بنیاد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ﴾

”بے شک وہ لوگ جو کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے۔“

پھر ان کے گھیراؤ ہوں شیطانی قوتوں کی طرف سے دھمکیاں دشمنیاں دیکھیں تو پریشان ہو کر اللہ کو چھوڑ نہ دیں اپنے دین و ہدایت سے پیچھے نہ آئیں بلکہ ڈٹ جائیں اور دوسروں کو بھی قائم رکھیں تو:

﴿تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ﴾

”ان پر پھر فرشتے اترتے ہیں۔“

اور انہیں اللہ کی طرف سے بشارتیں دیتے ہیں کہ کوئی غم نہ کرو کوئی فکر نہ کرو تم ہی غالب ہو گے۔

افسوس کا مقام ہے کہ آج بہت سے لوگ کفر کے ان طوفانوں اور جھوٹے پراپیگنڈوں کو دیکھ کر اپنے رب سے، دین اور اپنے ایمان سے پیچھے ہٹ آئے اور سیدھے کفر کی جھولی میں جا گرے۔ اللہ نے جہاد کو سب سے بڑا عمل قرار دیا۔ فرمایا میں ان لوگوں سے محبت کرتا ہوں جو صفیں باندھ کر اس کے راستے میں لڑتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے انہیں اعلیٰ ترین لوگ قرار دیا ہے۔ ان کو جنت کی بشارتیں دی ہیں۔ راہ جہاد کے گرد و غبار کی وجہ سے ہی جہنم کے دھوئیں کے حرام ہونے کے مژدے



سنائے، حساب کتاب نہ ہونے اور سیدھے اللہ کے پاس اس کے عرش کے نیچے مقامات کے تذکرے فرمائے۔ مگر یہ لوگ کفر سے متاثر ہو کر اللہ اور اس کے رسول کی باتوں کے برعکس ان جہاد کے راہیوں کو برا سمجھنے لگے۔ ان سے بیزاری کا اظہار کرنے لگے اور کافروں ایسے ذلیل لوگوں کی تعریف و توصیف میں ان سے دوستیوں کو فروغ دینے میں لگ گئے اور تو اور کئی اہل علم جو بزعم خویش نبی کے وارث ہیں وہ بھی اللہ اور اس کے رسول اور جہاد سے غداریاں کرنے لگے۔ یہ کام اللہ کے غضب کو بھڑکانے والے ہیں، ان سے فوراً توبہ کریں۔ ان جھوٹے اور ذلیل لوگوں کے ساتھی نہ بنیں بلکہ اپنے سچے رب کا ساتھ دیں، سچے رسول ﷺ کے ساتھی بنیں اور سچے دین کے حمایتی بنیں۔ کفر کے جھوٹ کو پھاڑ کر ذرا حقیقت دیکھیں! کیا اللہ اپنے بندوں کے ہاتھوں ان کو ذلیل نہیں کر رہا؟ کیا ان کی نیندیں حرام نہیں ہو چکیں؟ یہ اپنے ملکوں میں مرعوب خوف زدہ اور ذلیل و پریشان نہیں؟ ان کی قوتیں گر رہی ہیں، ان کے ذلیل، ظالم اور دہشت گرد فوجی ہر روز مر رہے ہیں۔ اللہ اپنے مجاہد اور فدائی بندوں کے ہاتھوں ان کی درگت بنا رہا ہے۔ تو اس مدد کو دیکھ کر ہم سب مسلمان بھی اپنے آپ کو دلیر بنائیں۔ اپنے دین حق پر ڈٹ جائیں، ایمان پر لوگوں کو مضبوط کریں۔ کفار سے نفرت، ان کی تہذیب سے نفرت، ان کے طریقوں سے نفرت کریں اور اللہ سے محبت کریں، اپنے رسول سے محبت کریں، اپنے دین سے محبت کریں، اپنے آپ کو دین و ایمان میں سچا بنائیں۔ یہی عمل ان شاء اللہ فرشتوں کے اترنے کا باعث بنے گا۔ کفر کی



تباہی اور اسلام کے غلبہ کی بنیاد ہمیشہ ایمان و استقامت ہوتا ہے۔ اللہ ہمیں اس کی
توفیق عطا فرمائے۔ آمین!!



محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مسلمانوں کے موجودہ المناک حالات کا بنیادی سبب

قاضی کاشف نیاز



محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ





مسلمانوں کے موجودہ المناک حالات کا بنیادی سبب

افغانستان میں طالبان کی حکومت کے خاتمے اور پاکستان میں بعض مذہبی بالخصوص جہادی تنظیموں پر پابندیوں کے بعد عام حلقوں میں ایک بحث بڑے شد و مد سے ہو رہی ہے اور وہ یہ ہے کہ موجودہ المناک حالات کے اسباب کیا ہیں؟ اور ان کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟ اس سلسلے میں مسلمانوں کے مختلف سطح کے حلقوں کی الگ الگ آراء ہیں۔ ایک عام لبرل آدمی سے لے کر ہمارا حکمران اور معروف دانشور طبقہ یہ سمجھتا ہے کہ ہم نے ابھی اتنی سائنسی، معاشی، اقتصادی اور عسکری ترقی نہیں کی تھی کہ آج کی دنیا کے طاقتور ترین ملک امریکہ یا ایسی کسی سامراجی طاقت سے پنچہ آزمائی کر سکتے، اس لیے سب سے پہلی ضرورت یہی ہے کہ ہم سائنسی اور معاشی میدان میں

زبردست ترقی کریں اور تب ہی ہم انہیں چیلنج کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں۔
 دوسری طرف اسلام پسند اور جہادی حلقوں میں ظاہر ہے بحث کا یہ انداز نہیں
 ہے البتہ ان میں کچھ لوگ اپنے قائدین اور اپنی تنظیموں کی پالیسیوں کو مختلف انداز سے
 ہدفِ تنقید بنارہے ہیں۔ یہ لوگ اگرچہ تعداد میں بہت کم ہیں لیکن اس طرح کے
 حالات میں تنظیمی پالیسیوں پر بحث سے یقیناً ہر ساقی کا ذہن کچھ نہ کچھ اثر ضرور لیتا
 ہے۔ شیطان ایسے ہی کمزور مواقع کا منتظر ہوتا ہے کہ جب وہ اس طرح کے اثر کو
 بڑھا کر قوموں، تنظیموں اور جمعیّتوں میں انتشار پیدا کر دیتا ہے۔ اس میں کوئی شک
 نہیں کہ انسان کو اپنی ناکامی کے موقع پر وہ خرابی ضرور تلاش کرنی چاہیے جو اس واقعہ کا
 اصلی سبب ہو لیکن یہ تلاش ایسی نہ ہو کہ جو اسے اس کے اصل مقصد، اس کی جمعیت اور
 اس کی منزل سے ہی دور کر دے۔ یہ سب کچھ اگر مقصد سے متفق رہ کر، جمعیت اور
 اطاعتِ امیر کے اندر رہ کر اور منزل کی طرف اپنا رخ برقرار رکھ کر کیا جائے تو تب ہی
 بہتر اور مثبت نتائج مرتب ہوتے ہیں، ورنہ اپنے اپنے دور از کار فلسفوں، عجیب و غریب
 تجاویز، توجیہات اور بحثِ مباحثوں میں پڑ کر شدید اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں ہمارے
 ساتھ دنیا و آخرت کی ناکامی والا معاملہ نہ ہو جائے۔

کیا عصری سائنسی انقلاب سے بے نیازی زوال کا سبب ہے؟

یہاں ہم ایسے سبب لبرل اور مذہبی ساتھیوں کے اشکالات و ملاحظات تو پیش نہیں
 کر سکتے لیکن سب مسلمانوں کی خدمت میں ایک بڑی موٹی سی بات پیش کرنے کو دل

ضرور چاہ رہا ہے کہ جس میں ان تمام موجودہ حالات کا اصل سبب بھی سمجھ آ جائے گا اور اسی کے سمجھنے میں اس کا تدارک بھی خود ہی نکھر کر سامنے آ جائے گا۔ یہ سبب اگر دور ہو جائے تو یقیناً مانئے نہ تو سائنسی اور عسکری ترقی میں کوئی کمی ہماری کامیابی و کامرانی کی راہ میں رکاوٹ بن سکتی ہے اور نہ ہی پھر ہمیں اپنی دینی و جہادی جماعتوں کی موجودہ تنظیمی پالیسیوں میں کوئی بڑی خرابی محسوس ہوگی۔ ہمارے کہنے کا مقصد یہ نہیں کہ ہمیں سائنسی و عسکری اور علمی ترقی کی ضرورت نہیں ہے، یہ تو ہر صورت ہونی چاہیے، جتنی بھی ممکن ہو کیونکہ یہ قرآن کا حکم ہے:

﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ﴾ [الانفال: ۶۰۸]

”اور (دشمن کے مقابلے میں) ان کے لیے اپنی ہمت و استطاعت کے مطابق قوت جمع کر کے تیاری کرو۔“

لیکن سائنسی ترقی میں کافروں پر برتری حاصل کرنے تک بیٹھے رہنا یا کافروں کی غلامی قبول کر لینا یا اسے ہی غلبہ و نصرت کا بنیادی سبب سمجھنا، یہ بھی اسوۂ رسول ﷺ و عمل صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف ہے جس کی تفصیل ہم آگے پیش کریں گے۔ اس طرح ہم یہ بھی نہیں کہنا چاہتے کہ تمام دینی و جہادی جماعتوں کی تمام پالیسیاں سو فیصد درست ہیں اور ان میں کسی غلطی کا احتمال نہیں۔ ایسا یقیناً نہیں ہو سکتا لیکن ہم زیر نظر تحریر میں صرف یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ لبرل لوگ یا بعض مخلص دینی ساتھی موجودہ حالات کے ضمن میں جو بھی وجوہات یا ملاحظات و اعتراضات پیش کر رہے ہیں، ان میں کوئی

ایک بھی ایسی بات نہیں جو ان حالات کا اصل سبب ہو اور جس کے تدارک کی صورت میں آئندہ ایسے حالات کے وقوع پذیر ہونے کی واقعی امید نہ رہے۔

سائنسی انقلاب کو سبب کہنے والوں کے دلائل:

اس ضمن میں تاریخ اسلام پر نظر رکھنے والے بعض مخلص لوگ بھی موجودہ حالات کا غلط تاریخی تجزیہ کرتے ہوئے یہ محسوس کرتے ہیں کہ جب سے ہم عسکری ٹیکنالوجی میں غیر مسلم اقوام سے پیچھے ہوئے، اسی وقت سے ہمارا زوال شروع ہو گیا تھا۔ اس سلسلے میں وہ اپنے تئیں کچھ ٹھوس دلیلیں بھی دیتے ہیں۔ مثلاً ان کا خیال ہے کہ برصغیر میں مغلوں کا زوال ہی اس وجہ سے شروع ہوا کہ ان کی ہم عصر غیر مسلم اقوام ایجادات و اختراعات میں ترقی کر رہی تھیں۔ جنگی میدان میں بھی وہ توپوں، گنوں اور بموں کی صورت میں جدید ہتھیار استعمال کر رہے تھے جبکہ مغل حکمران ابھی تیر و تلوار پر ہی قناعت کیے ہوئے تھے۔ ان کی تیاریاں بڑھتی جا رہی تھیں۔ وہ زمین سے فضا تک کی تسخیر میں منہمک تھے۔ ایسے میں عصری سائنسی انقلاب سے بے نیاز مسلمان حکمران ان کے آگے کیسے ٹھہر سکتے تھے؟ چنانچہ انگریزوں کے مقابلے میں نہ صرف دنیا دار اور عیش پرست مغل حکمرانوں کی کچھ نہ چلی بلکہ بعد میں ٹیپو سلطان اور مجاہدین بالاکوٹ ایسے کٹھن و محب وطن اور مخلص و متقی دیندار بھی اپنے تمام تر جذبہ ایمانی کے باوجود انہیں روکنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ خلافت کا برائے نام کمزور ادارہ بھی اسی انقلاب کے تھپیڑوں کی تاب نہ لا کر بالآخر زمین بوس ہو گیا اور اس وقت سے اب تک ہم اس لیے

مغلوب چلے آ رہے ہیں کہ سائنسی و عسکری میدان میں ہم ان سے بہت پیچھے ہیں اور جب تک ہم اس میدان میں سبقت حاصل نہ کریں گے، ہمارے اوپر ظلم و نا انصافی کی اندھیری رات کبھی نہ ٹل سکے گی۔ اس لیے اصل اہمیت ٹیکنالوجی میں ترقی کی ہے ورنہ ہم چاہے کتنے ہی مخلص و متقی لوگ کافروں کے سامنے لاکر کھڑا کر دیں تو محض ان کا تقویٰ و دینداری ہمیں نہ پہلے کبھی بچا سکی ہے نہ آئندہ بچا سکے گی۔

تاریخ سے ان دلائل کا رد:

یہ موقف رکھنے والے بھائیوں کی خدمت میں ہم عرض کرتے ہیں، ذرا ایمانداری سے اپنی تاریخ کا جائزہ لیں۔ بتلایئے جب قرن اول ہی میں اسلام کا پھریرا آدھی سے زائد دنیا پر لہرانے لگا تھا تو کیا اس وقت ہم اسلحے اور ٹیکنالوجی کے لحاظ سے اپنی تمام ہم عصر اقوام سے سبقت حاصل کیے ہوئے تھے؟ کوئی بھی اس کا جواب ہاں میں نہیں دے سکتا۔ صورت حال تو یہ تھی کہ عالم اسلام جب پوری دنیا میں سپر پاور تھا، اس وقت بھی بہت سی جنگیں مسلمان نسبتاً اپنی کم تعداد اور کم وسائل کے ساتھ ہی لڑتے رہے لیکن پھر بھی کامیاب رہے۔

اسلام کے غلبے کی ابتدائی جنگ ہی ان حالات میں شروع ہوئی کہ مسلمانوں کے پاس لڑنے کے لیے نہ کوئی اسلحہ تھا نہ کوئی تیر، تلوار اور گھوڑے۔ تعداد میں بھی مسلمان کافروں کے مقابلے میں ایک تہائی تھے۔ وسائل کے لحاظ سے کافروں کے پاس ایک سو گھوڑے تھے تو مسلمانوں کے پاس صرف دو گھوڑے۔ کافروں کے پاس ایک ہزار

اونٹ تھے تو مسلمانوں کے پاس صرف ستر۔ اکثر مسلمانوں نے اس حالت میں جنگ لڑی کہ ان کے پاس لڑنے کے لیے صرف لکڑیاں اور درختوں کی ٹہنیوں وغیرہ کے سوا کچھ نہ تھا۔ لیکن اس قدر کم تعداد، کم وسائل اور ٹیکنالوجی کے لحاظ سے کافروں سے کم تر اسلحہ کے باوجود دنیا نے دیکھا کہ مسلمانوں نے فتح پائی اور کافر منہ دیکھتے رہ گئے۔ غزوہ تبوک کے موقع پر مسلمانوں کا مقابلہ پہلی بار وقت کی سب سے بڑی عسکری اور مادی قوت روم سے ہوا تو یہ جنگ پہلی جنگوں سے کس قدر مشکل تھی، اس کا اندازہ اس سے لگائیں کہ ایک طرف مسلمان اس وقت کی سپر پاور سے ٹکرانے لگے تھے تو دوسری طرف خود مسلمانوں میں قحط اور عسرت کا دور دورہ تھا، جس کی وجہ سے وسائل کی شدید قلت تھی۔ حالت یہ تھی کہ رسول اکرم ﷺ کی طرف سے سامان سفر مہیا نہ کر سکنے کی وجہ سے اہل ایمان حسرت و یاس سے آنسو بہاتے واپس آ جاتے۔ قرآن مجید نے اس حالت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا:

﴿ إِذَا مَا اتَّوَكَّلْتَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا
وَاعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنْفِقُونَ ﴾

[التوبة : ۹۲]

”وہ آپ کے پاس آتے ہیں کہ آپ انہیں (جہاد کے لیے) سواری مہیا کر دیں تو آپ ﷺ (مجبوراً) جواب دیتے ہیں کہ میں تو تمہاری سواری کے لیے کچھ بھی نہیں پاتا تو وہ رنج و غم سے اپنی آنکھوں سے آنسو بہاتے

ہوئے لوٹ جاتے ہیں کہ انہیں (جہاد میں خود) خرچ کرنے کے لیے بھی کچھ میسر نہیں۔“

غرض یہ تھی بے سروسامانی کی حالت اور چلے تھے سپر پاور کا مقابلہ کرنے، لیکن چشم فلک نے دیکھا کہ مسلمان جب جذبہ ایمانی سے سرشار ہو کر میدان میں نکل کھڑے ہوئے تو وقت کی سپر پاور گیدڑ ثابت ہوئی اور وہ مقابلے کے لیے میدان میں آنے کی ہمت بھی نہ کر سکی..... ایسے کوئی ایک دو واقعات نہیں کہ جنہیں کوئی اتفاقات کہہ کر انہیں نظر انداز کرتا ہوا آگے گزر جائے، تاریخ اسلام کا ایک ایک ورق ایسے ایمان افروز واقعات سے بھرا پڑا ہے..... غزوہ احد میں سات سو مسلمانوں کے مقابلے میں تین ہزار کفار تھے۔ غزوہ احزاب میں تین ہزار مسلمان اور دس ہزار کفار تھے۔ غزوہ خیبر میں چودہ سو مسلمان تھے جبکہ دس ہزار کفار تھے۔ غزوہ موتہ میں تین ہزار مسلمانوں کے مقابلے میں دو لاکھ کفار کا لشکر صف آراء ہو گیا۔ ان تمام غزوات میں مسلمان نہایت کم تعداد کے باوجود مسلسل فتح یاب ہوئے۔ ان غزوات میں وسائل جنگ کے مقابلے کا تو یہ حال رہا کہ کفار مسلمانوں کی نسبت تین ہزار گنا زیادہ وسائل بھی لے کر آئے لیکن پھر بھی ناکامی ان کا مقدر ٹھہری جیسا کہ غزوہ احد میں کافروں کے پاس تین ہزار اونٹ تھے جبکہ مسلمانوں کے پاس ایک اونٹ بھی نہ تھا۔ اس طرح تعداد میں بھی وہ اس غزوہ میں مسلمانوں سے چھیا سٹھ گنا زیادہ تھے لیکن پھر بھی ان کی کچھ نہ چلی۔

قلت وسائل و تعداد زوال کا سبب نہیں:

مسلمانوں کی قلت وسائل و تعداد ایک اور پہلو سے بھی قابلِ توجہ ہے۔ مسلمان جب پوری دنیا پر چھا گئے، ان کی قوت و ہیبت کے آگے کسی کو دم مارنے کی ہمت بھی نہ رہی، عرب سے لے کر ایران، عراق، ہندوستان اور شام و افریقہ سے سپین و اندلس، پرتگال، اٹلی، سسلی اور فرانس تک بڑی سے بڑی قوت نے ان کے آگے سر تسلیم خم کر دیا، تب بھی وہ کفار کے مقابلے میں کہیں بھی کوئی معرکہ ہوتا تو عموماً وہ پھر بھی نسبتاً کم تعداد اور کم وسائل کے ساتھ ہی معرکہ آراء ہوتے حالانکہ اب انہیں افرادی قوت اور وسائل کی کوئی کمی نہ رہی تھی۔ وہ جتنا اسلحہ اور تعداد چاہتے، میدانِ جنگ میں جھونک سکتے تھے لیکن یوں معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے زیادہ تعداد اور زیادہ وسائل کے ساتھ جنگ جیتنے کو اپنے مزاج اور اپنی شان کے ہی خلاف بنالیا۔ ان کے نزدیک زیادہ قوت و تعداد کے ساتھ جنگ جیت لینا کوئی کمال نہ رہا..... وہ کافروں پر ہمیشہ یہی ثابت کرتے رہے کہ دیکھو ہم نے اس قدر کم تعداد کے باوجود بھی تم پر غلبہ حاصل کر لیا ہے تو یقیناً اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ اللہ کی نصرت ہمارے ساتھ ہے، اللہ پر ہمیں کامل ایمان و بھروسہ ہے اور صرف اسی کے نتیجے میں تم شکست سے دوچار ہوتے ہو..... کفار اگر اسلام میں جوق در جوق داخل ہوئے تو وہ صرف اسی بات سے متاثر ہو کر ہوئے تھے۔ ورنہ مسلمان اپنی زیادہ تعداد و قوت کے ساتھ انہیں مغلوب تو کر لیتے لیکن وہ اسلام سے متاثر نہ ہو سکتے اور نہ انہیں اس بات کا کبھی یقین آتا کہ

اللہ مسلمانوں کے ساتھ ہے۔ دوسری طرف مسلمان زیادہ تعداد اور کم قوت کے حصول کے چکر میں پڑ کر جہاد اور شہادت سے جی چرانے لگتے۔ چنانچہ مسلم جرنیلوں نے کبھی یہ حالات پیدا نہ ہونے دیے۔

جب قلتیں کثرتوں پر غالب آئیں!

اندلس کی فتح کا راز:

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں یرموک کے میدان میں مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان جو تاریخی معرکہ ہوا، اس میں مسلمانوں کی تعداد صرف تیس ہزار اور رومیوں کی تعداد دو لاکھ تھی۔ اس جنگ میں تین ہزار مسلمان شہید ہوئے جبکہ رومیوں نے ایک لاکھ سپاہیوں کی ہلاکت کے ساتھ شکست فاش کھائی۔ طارق بن زیاد رضی اللہ عنہ نے جب جبرالٹر کے مقام پر اندلس میں اپنے لشکر کو اتارا تو راڈرک مقابلے میں ایک لاکھ فوج لے کر آیا جو کیل کانٹے سے مکمل لیس تھی جبکہ مجاہدین کی تعداد صرف سات ہزار تھی۔ دوسری طرف طارق نے کشتیاں جلا کر اپنی فوج کی واپسی کے راستے بھی مسدود کر دیے تھے۔ نہ کوئی بھاگنے کا راستہ تھا نہ کہیں سے کمک آنے کی امید۔ حالانکہ طارق خلیفہ وقت سے جس قدر بھی لشکر اور قوت چاہتا، اسے فراہم ہو سکتی تھی لیکن طارق اپنے انہی مختصر لشکریوں اور مختصر وسائل کے ساتھ لڑا۔ ویسے نبی ﷺ کی یہ حدیث بھی ان کے پیش نظر تھی کہ زیادہ سے زیادہ بارہ ہزار مسلمانوں کی تعداد کافروں کے بڑے سے

بڑے لشکر کو بھی شکست دینے کے لیے کافی ہے۔ چنانچہ طارق رضی اللہ عنہ نے اپنے فوجیوں کو یادگار خطاب کرتے ہوئے یہ تاریخی الفاظ کہے:

”اللہ کی قسم! صرف پامردی اور استقلال ہی میں نجات ہے، اگر یہ دونوں باتیں موجود ہیں تو قلتِ تعداد سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا اور بزدلی، کابلی، سستی، نامردی، باہمی اختلاف اور غرور کے ساتھ کثرتِ تعداد کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ خبردار! ذلت پر راضی نہ ہونا اور اپنے آپ کو دشمن کے حوالے نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے مشقت و جفاکشی کے ذریعے دنیا میں تمہارے لیے جو عزت و شرف اور راحت اور آخرت میں شہادت کا جو ثواب لکھا ہے، اس کی طرف بڑھو، اللہ کی پناہ اور حمایت کے باوجود اگر تم ذلت پر راضی ہو گئے تو بڑے گھاٹے میں رہو گے۔ دوسرے مسلمان تمہیں الگ برے الفاظ سے یاد کریں گے۔“

طارق بن زیاد رضی اللہ عنہ نے عزت و کامیابی کا جو راستہ دکھایا، وہ آج بھی ہمارے لیے رہنما ہے۔ اس نے رہتی دنیا تک کے مسلمانوں کو بتا دیا کہ حق کی راہ میں قلتِ وسائل و تعداد کچھ اہمیت نہیں رکھتی۔ اصل چیز ہمارا باہمی اتحاد اور اللہ پر کامل بھروسہ ہے۔ یہ نعمت اگر موجود ہے تو ہم بہت تھوڑے وسائل کے ساتھ بھی کفار کے بڑے سے بڑے لشکر کو شکست سے دوچار کر سکتے ہیں اور اگر باہمی اتحاد نہیں تو پھر ہم جس قدر بھی قوت اور تعداد کے ڈھیر اکٹھے کر لیں، ان کی حیثیت خس و خاشاک سے زیادہ

کچھ نہ ہوگی۔ اس اصول کو تمام مسلم جرنیلوں نے مشعل راہ بنایا۔

محمد بن قاسم کی سندھ پر یلغار:

محمد بن قاسم رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں راجہ داہر چالیس ہزار کا لشکر جہاز لے کر آیا لیکن مسلمان مجاہدین کی تعداد صرف پندرہ ہزار تھی اور اسی کم تعداد کے ساتھ مسلمانوں نے راجہ داہر کی فوج کو شکست دی اور خود راجہ داہر بھی مارا گیا۔ قتیبہ بن مسلم رضی اللہ عنہ پورے وسط ایشیا کو تسخیر کرتا ہوا چین تک پہنچا اور خاقان چین کے بھتیجے کی قیادت میں لڑنے والے دولاکھ کے چینی لشکر کو بڑی کم تعداد کے ساتھ شکست دی اور خاقان چین کو بالآخر جزیہ دینے پر مجبور کر دیا۔ الپ ارسلان رضی اللہ عنہ نے پندرہ ہزار فوج کے ساتھ قیصر روم ارمانوس کے تین لاکھ کے لشکر جہاز کو عبرتناک شکست سے دو چار کیا اور خود قیصر روم بھی گرفتار ہوا۔

اندلس کے زوال کے شروع میں بھی یہ حالت تھی کہ جب فرانس اور پرتگال کی سرپرستی میں اردگرد کے عیسائیوں کی چیرہ دستیائیں بڑھیں تو مسلمانان اندلس نے شمالی افریقہ کے اس وقت کے سالار یوسف بن تاشفین رضی اللہ عنہ سے مدد کی درخواست کی۔ وہ ۱۰۸۶ء میں بیس ہزار فوج کے ساتھ اندلس میں آیا تو مقابلے میں الفانوششم ساٹھ ہزار سپاہی لے کر آیا۔ یوسف بن تاشفین رضی اللہ عنہ نے اس کی فوج کو بری طرح کچلا اور الفانوشخود بھی زخم چاٹتا ہوا میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا۔

صلیبی جنگ کس نے جیتی؟

صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے خلیفہ وقت اور عالم اسلام کے دیگر حکمرانوں کی کسی مدد و اعانت کے بغیر تنہا پورے یورپ کے ٹڈی دل صلیبیوں کے لشکریوں کا مقابلہ کیا، پہلی صلیبی جنگ میں چھینا ہوا بیت المقدس ان سے واگزار کرایا اور کافروں کے حوصلوں کو ایسا پست کیا کہ پھر وہ گزشتہ بیسویں صدی تک مسلمانوں سے بیت المقدس نہ چھین سکے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب مسلمان اکثر کم تعداد، کم وسائل اور کم تر ٹیکنالوجی کے باوجود بھی غالب رہے تو پھر ان کے زوال اور شکست کی کیا وجوہات رہیں؟

زوال امت کے اسباب

① غداري:

ان واقعات کے تناظر میں ہم یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے زوال کے اسباب یقیناً بہت سے ہوں گے اور ہو سکتے ہیں لیکن ہماری نظر میں مسلمان جب بھی زوال اور ناکامی کا شکار ہوئے تو اس کی ہمیشہ ایک بڑی اہم اور بنیادی وجہ رہی اور وہ مسلمانوں میں باہمی اتحاد کا فقدان، باہمی کشت و خون اور غداري ہے۔ اس بنیادی سبب کو ہم عملاً شاید اس قدر اہمیت نہیں دیتے لیکن اب ہم یہ بات بھی تاریخی نظائر

سے ہی ثابت کریں گے کہ مسلمانوں کی تباہی میں باہمی مناقشت اور غداری نے ایک بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ آج ہم موجودہ حالات کی وجہ عالم اسلام کی کم تر سائنسی ترقی قرار دیتے ہیں یا دینی و جہادی جماعتوں کی بعض تنظیمی پالیسیوں کو مورد الزام ٹھہرا کر اپنے آپ کو مطمئن کر رہے ہیں لیکن ہم تاریخی حقائق کے ساتھ بات کر کے ثابت کرتے ہیں کہ اگر تمہارے نزدیک یہی وجوہات ہی عالم اسلام پر موجودہ ابتلاء کا نتیجہ ہیں تو پھر ذرا اپنی تاریخ میں جھانک کر بتلائیے کہ مسلمانوں پر ایسے بھی مواقع آئے کہ جب وہ طاقت و تعداد اور وسائل ہر لحاظ سے کافروں پر برتر تھے۔ یہاں تک کہ ایک موقع پر وہ پوری دنیا پر غالب تھے، ہر طرف ان کا طوطی بولتا تھا، وہ بلا شرکت غیرے دنیا کی سپر پاور تھے لیکن پھر آناً فاناً ایسا ہوا کہ مسلمانوں کی یہ ساری ہیبت ناک طاقت تاتاریوں کے ایک ہی ہلے میں ہوا ہو گئی..... مسلمانوں کا دار الخلافہ اور دارالقوة بغداد کسی مرگھٹ کا منظر پیش کرنے لگا۔ دریائے فرات لاکھوں مسلمانوں کے خون سے کئی دن تک سرخ رہا۔ دنیا کو فکر و فلسفہ اور سائنس کی عالمانہ رہنمائی دینے والی ان کی لاکھوں کتابیں دریا برد ہو گئیں اور انہیں کوئی چیز بھی اس تباہی سے نہ بچا سکی۔ حالانکہ اس وقت مسلمانوں نے خلیفہ کی موجودگی اور سرپرستی کے ساتھ جہاد بھی کیا۔ کسی طاغوتی اور کافرنواز مسلم حکمران سے وہ کوئی تعاون بھی حاصل نہ کر رہے تھے اور نہ کوئی کافریا کٹھ پتلی مسلمان حکمران انہیں استعمال کر رہا تھا جس کا نتیجہ ان المناک حالات کو قرار دیا جاسکتا۔ اس کے باوجود مسلمان اتنی عبرتناک شکست سے دوچار ہوئے جس کی

پہلے اور بعد میں بھی کوئی مثال نہیں ملتی۔ کیا ہمیں معلوم ہے، اس وقت اس سانحہ عظیم کی وجہ کیا تھی؟ اس وقت ہم غیر مسلم دنیا سے سائنسی ترقی میں آگے نہیں تو کم از کم پیچھے بھی نہیں تھے بلکہ سبقت کی پوزیشن میں آ رہے تھے لیکن مادی و اقتصادی اور عسکری طور پر بہر حال ہم ساری دنیا پر غالب تھے۔

بغداد کی شکست اور غداری:

پھر آخر یکا یک اتنی بڑی طاقت اتنی آسانی سے شکست کھا کر تباہی و بربادی سے کیسے دوچار ہو گئی؟ بہت سے لوگوں کو یہ وجہ معلوم ہے کہ ہلاکو خان کو بغداد پر حملے کی دعوت خود خلیفہ مستعصم باللہ کے وزیر ابن علقمی نے دی۔ اس نے محض اپنے مسلکی اختلاف کے تعصب میں پورے عالم اسلام کو داؤ پر لگا دیا۔ اس وقت عالم اسلام ایک سپر پاور تھا لیکن جب اپنوں نے غداری کی تو سپر پاور بھی دھری کی دھری رہ گئی۔ کتابوں میں یہ بات بھی ریکارڈ پر موجود ہے کہ ہلاکو خان اپنی تمام تر وحشیانہ طاقت کے باوجود ڈرتا تھا کہ مسلمانوں کے اس دار الخلافہ اور خلیفہ مسلمین کے خلاف فوج کشی کرنے پر کہیں اس پر کوئی شامت نہ آجائے لیکن خواجہ نصیر الدین طوسی نے ہلاکو خان کی یہ کہہ کر ہمت بندھائی کہ جب پیغمبروں کے قتل اور شہادت حسین رضی اللہ عنہ سے کچھ نہ ہوا تو عباسی خلیفہ کے قتل سے کیا ہوگا۔ چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ پھر محض اپنوں کی غداری کے طفیل گیدڑ دشمن بھی شیر بن گئے اور مسلمانوں کے قتل عام کے لیے ان کا سارا ڈر اور خوف دور ہو گیا۔

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے
یہی خدایاں ہی ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو شروع سے لے کر آج تک قدم
قدم پر نقصان عظیم سے دوچار کیا۔ جب ہم اپنے ذاتی، مالی، مسلکی، علاقائی، لسانی اور
کرسی کے مفادات کے لیے اندھے بن جاتے ہیں تو پھر تباہی و شکست ہمیشہ ہمارا
مقدر بنتی ہے۔ ان مفادات و تعصبات کا شکار ہو کر جب ہم خداری کرتے ہیں تو پھر اس
سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ ہم اپنے دشمنوں سے کس قدر طاقتور یا کمزور ہیں۔ خداری
ایک ایسا شعلہ ہے جو بظاہر بہت چھوٹا ہو کر بھی بڑی بلند و بالا اور مضبوط عمارت کو جلا کر
خاکستر کر دیتا ہے۔

محمد بن قاسم سے خداری:

تاریخ میں کوئی ایک واقعہ نہیں، بے شمار واقعات اس بات کی تائید میں شہادت
دیتے ہیں۔ محمد بن قاسم جب پورے سندھ کو فتح کرتا ہوا ملتان تک پہنچ گیا اور قریب تھا
کہ سارا برصغیر اسی وقت مسلمانوں کے زیرِ نگیں آ جاتا کہ خلیفہ وقت نے محض خاندانی
اختلاف اور عناد کی بنا پر محمد بن قاسم کو معزول کر کے واپس بلا لیا اور یہ عظیم جرنیل جس
کی سیرت اور کردار سے ہندو اس قدر متاثر تھے کہ وہ اسے دیوتا اور نجات دہندہ سمجھ کر
اس کا بت بنا کر پوجنے لگے تھے، لیکن اپنوں نے اس کا یہ صلہ دیا کہ وہ جیل میں ہی گل
سر کر اللہ کو پیارا ہو گیا۔ کیا آج ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ محمد بن قاسم کی پالیسی میں کوئی غلطی
تھی۔ آج جہادی تنظیموں اور طالبان میں غلطیاں ڈھونڈنے والے بتائیں کہ اس وقت

محمد بن قاسم سے کیا قصور سرزد ہوا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ کافروں کے خلاف جہاد کرنے والے اللہ کے ان مخلص بندوں، جہادی جرنیلوں اور جہادی جماعتوں سے کبھی کوئی بڑی بنیادی غلطی نہیں ہوئی۔ انہوں نے دشمن کے بڑے سے بڑے اسلحہ سے کبھی مار کھائی نہ قلت تعداد سے انہیں شکست ہوئی اور نہ ہی وسائل کی کمی انہیں کوئی نقصان پہنچا سکی۔ انہیں جب بھی نقصان پہنچا تو صرف اور صرف اپنوں کی غداری کے صدقے ہی ملا اور وہ بھی اس حالت میں جب وہ طاقت میں بھی دشمن سے زیادہ ہوتے۔

ہمیں اپنوں نے لوٹا غیروں میں کہاں دم تھا
میری کشتی وہاں ڈوبی جہاں پانی کم تھا

تیر کھا کے دیکھا جو کمیں گاہ کی طرف
اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہو گئی

اندلس و افریقہ کی شکست اور غداری:

اپنوں کی غداری کے یہ سیاہ اوراق تاریخ میں جا بجا بکھرے پڑے ہیں۔ طارق بن زید اور موسیٰ بن نصیر پورے شمالی افریقہ اور اندلس کو روندتے ہوئے یورپ کو پامال کرنے ہی لگے تھے کہ دربار خلافت سے ان کی واپسی کے احکامات آ گئے۔ اس وقت خلیفہ ولید بن عبدالملک مرض الموت میں تھا۔ ولید اپنے باپ کی وصیت کے برعکس اپنے بھائی سلیمان کی بجائے اپنے بیٹے کو جانشین بنانا چاہتا

تھا۔ حجاج بھی اس کا حامی تھا لیکن وہ یہ کام انجام نہ دے سکا چنانچہ سلیمان نے برسرِ اقتدار آ کر حجاج کے بھیجے ہوئے تمام جرنیلوں اور عمال کو معزول کر دیا۔ محمد بن قاسم کے علاوہ ان میں موسیٰ بن نصیر بھی شامل تھے۔ انہیں بھی کافی عرصہ جیل میں ڈالا گیا اور پھر رہائی کے بعد اس عظیم جرنیل کی باقی زندگی غربت و افلاس میں بسر ہوئی۔ موسیٰ بن نصیر سپین کی کامیاب فتح کے بعد فرانس اور پھر اٹلی پر فوج کشی کرنا چاہتا تھا تاکہ اس سمت سے حملہ کر کے مسلمانوں کی حریف رومی حکومتوں کو تباہ کیا جاسکے۔

مگر اے بسا آرزو ! کہ خاک شد

اپنوں کی مہربانیوں نے اس کی نوبت نہ آنے دی اور ہم یورپ کی تسخیر کے اس تاریخی موقع کو پھر کبھی بھی حاصل نہ کر سکے۔

غرناطہ کی شکست اور غداری:

۱۴۶۶ء میں غرناطہ کا فرمانروا ابوالحسن علی اندلس کو عیسائیوں کی بڑھتی ہوئی دستبرد سے بچانے کی کوششوں میں مصروف تھا کہ اس کے اپنے بیٹے ابو عبد اللہ نے غداری کر کے ملت کی لٹیا ڈبودی۔ وہ فرڈی نیڈ سے مل گیا اور اس کی مدد سے خود غرناطہ پر قابض ہو گیا۔ غرناطہ کے گلی کوچوں میں مسلمانوں کی تلواریں ٹکرانے لگیں۔ اس صورت حال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فرڈی نیڈ نے الورا، رونڈا، ملائعہ وغیرہ پر قبضہ کر لیا۔ اب صرف غرناطہ کا شہر بچ گیا تھا جو کھ پتلی ابو عبد اللہ کے پاس تھا۔ فرڈی نیڈ نے اسے بھی اپنے حوالے کرنے کا حکم دے دیا۔ غدار ابو عبد اللہ کی اب جا کر آنکھیں

کھلیں لیکن اب سب کچھ بے سود تھا۔ مسلمان اس بری طرح سے وہاں کاٹے گئے کہ اس کی کہیں مثال نہیں ملتی۔ سینکڑوں اہم اور ممتاز مسلم شخصیات کو بھیڑ بکریوں کی طرح باندھ کر صلیبیوں کے حوالے کیا گیا اور بعد میں بچے بچے مسلمانوں کو آہستہ آہستہ مکمل عیسائی بننے پر مجبور کر دیا گیا۔ یہ غداری کا نتیجہ ہے کہ ماضی کی اس عظیم مسلمان سلطنت میں آج ایک بھی مقامی مسلمان کا نام و نشان تک نظر نہیں آتا۔

ٹیپو سلطان کی شکست اور غداری:

ٹیپو سلطان کے ساتھ ہونے والی غداری سے ہمارے ہاں کوئی بے خبر نہیں۔ میر جعفر اور میر صادق کی غداری سے انگریزوں کے خلاف یہ آخری مضبوط بند تھا جو ٹوٹ گیا اور پھر اس سیلاب کو روکنا کسی کے بس میں نہ رہا۔

مجاہدین بالاکوٹ کی شکست اور غداری:

مجاہدین بالاکوٹ کی تحریک اپنے اسلامی طریقہ کار، اثرات اور انجام کے لحاظ سے ہمارے لیے اپنے اندر بہت زیادہ سبق رکھتی ہے۔ یہ برصغیر کی پہلی اسلامی تحریک ہے جس کے حالات اور طریقہ کار آج کی تحریک دعوت و جہاد سے سب سے زیادہ مماثلت رکھتے ہیں۔ اس کا مطالعہ ہمیں خصوصی طور پر کرنا چاہیے، دونوں ہی نے غیر حکومتی سطح پر اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے کام کا آغاز کیا۔ منہج، مقاصد اور طریقہ کار کے اعتبار سے بھی دونوں میں کوئی بڑا یا بنیادی فرق نظر نہیں آتا۔ کتاب و سنت کی بنیاد پر دعوت و جہاد کو ہی انہوں نے اپنی تحریک کا محور بنایا۔ توحید کی دعوت، سنت کا احیاء،

بدعات کا استیصال اور معاشرے میں پھیلی ہوئی غیر اسلامی رسوم کی اصلاح کو انہوں نے اپنا ہدف بنایا اور پھر غیر مسلموں کے ہاتھوں جکڑے اور پسے ہوئے مسلمانوں کو جہاد کے ذریعے آزاد کروا کر اللہ کی زمین پر اللہ کے قانون کے نفاذ کو دونوں نے اپنا سب سے بڑا نصب العین ٹھہرایا۔ مجاہدین بالاکوٹ نے اس وقت اپنے کام کا آغاز کیا جب پنجاب اور سرحد کے اکثر علاقے سکھوں کے شکنجہٴ ظلم میں کسے جا چکے تھے۔ مسلمانوں کا بے دریغ قتل عام کیا جانے لگا تھا۔ سرعام اذان دینے پر بھی پابندی لگادی گئی تھی اور اکثر مساجد کو اصفیل بنادیا گیا تھا۔ باقی علاقوں میں انگریز سامراج اپنے ناپاک قدم بڑھا رہا تھا۔ ان حالات میں مجاہدین بالاکوٹ نے ہندوستان کے اندر مسلمانوں میں دعوت و اصلاح اور بیداری کا کام شروع کیا جبکہ آزاد سرحدی اور قبائلی علاقہ جات سے سکھوں اور انگریزوں کے خلاف عملی طور پر جہاد شرع کر دیا گیا۔ اب تک سمجھا جاتا تھا کہ مسلمانوں نے جنگ اور جہاد میں جو تاریخی کامیابیاں حاصل کی ہیں تو یہ صرف حکومتی سرپرستی کے نتیجے میں ممکن ہوئی ہیں لیکن مجاہدین بالاکوٹ نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ یہ کافروں کی خام خیالی ہے۔ اصل چیز پہلے بھی اور اب بھی جذبہٴ ایمان و جہاد ہی ہے۔ اگر یہ جذبہ زندہ ہے تو کسی حکومت کی مدد کے بغیر بھی مسلمان غالب آسکتے ہیں لیکن یہ جذبہ اگر مر جائے تو دنیا میں چاہے مسلمانوں کی 51 سے زائد حکومتیں بھی بن جائیں، چاہے ان کے پاس تیل کی دولت سے لے کر دنیا کے جدید ترین ہتھیار ایٹم بم اور بڑے سے بڑے میزائل تک موجود ہوں اور چاہے ان کی آبادی بھی اربوں سے تجاوز کر جائے لیکن اتنے وسائل اور اتنی

تعداد کے باوجود دنیا میں یہ غلام کے غلام ہی رہیں گے۔ کافر طاقتوں کے ایک فون پر ان کی پالیسیاں آن کی آن میں بدل دی جائیں گی اور یہ اف بھی نہ کر سکیں گے۔ مجاہدین بالاکوٹ جذبہ ایمان کے ساتھ اٹھے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے سکھوں کی دہشت گردی سے جنم لینے والی رنجیت سنگھ کی بظاہر بڑی مستحکم حکومت کے در و دیوار ہل گئے۔ خیبر سے لے کر امب، ہزارہ، کاغان، شکیاری اور پشاور سے لے کر مظفر آباد تک کا علاقہ مجاہدین کی عملداری میں آ گیا۔ بالائی ہزارہ میں فتح گڑھ کا نام بدل کر اسلام گڑھ رکھ دیا گیا اور اسے دارالامارت بنا کر یہاں باقاعدہ اسلامی ریاست کی بنیاد رکھ دی گئی۔ تمام اسلامی حدود و تعزیرات نافذ کر دی گئیں اور ہر علاقے کے لیے عالمین زکوٰۃ و عشر بھی بنا دیے گئے۔ مجاہدین نے ثابت کر دیا کہ کم تعداد اور وسائل کے باوجود اگر جذبہ جہاد و ایمان مستحکم ہو تو مسلمان پھر بھی غالب آ سکتے ہیں۔ اس کے لیے پہلے ہر صورت حکومت کا موجود ہونا یا قائم کرنا ضروری شرط نہیں بلکہ یہ حکومت بھی کافروں کے خلاف جہاد کے نتیجے میں بالآخر قائم ہو جاتی ہے اور مجاہدین نے عملاً یہ کام کر کے دکھایا۔ انہوں نے پہلے سکھوں کو شکست دی اور پھر انگریزوں کی اس طاقت سے ٹکرائے جس کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ ان کی سلطنت میں سورج کبھی غروب نہیں ہوتا۔ سکھوں کے معاملے میں کہا جاسکتا ہے کہ وہ مجاہدین کی طرح کی ایک روایتی طاقت تھے، اگرچہ سکھ ایک باقاعدہ فوج اور وسیع حکومت کے تحت تھے اور مجاہدین کی کوئی باقاعدہ فوج نہ تھی، حکومت بھی بنی تو کافی عرصہ بعد اور وہ بھی تھوڑی مدت تک قائم رہی، اس لیے سکھ روایتی اور قدیم طرز کی طاقت ہونے کے باوجود مجاہدین سے دنیاوی

لحاظ سے ہر صورت برتر تھے لیکن انگریز تو مجاہدین کے مقابلے میں وقت کی ایک جدید ترین طاقت تھے۔ اس کے باوجود انگریزوں نے بھی کئی بار ان ہی مجاہدین کے ہاتھوں شکست کھائی۔

امبیلا کی تاریخی اور آخری جنگ میں انگریز فوج اپنے تمام لاؤ لشکر اور ہلاکت خیز ہتھیاروں کے ساتھ دو ماہ تک پہاڑوں جیسے حوصلے کے مالک مجاہدین اور ان کے اتحادی قبائل سے ٹکراتی رہی لیکن اسے اس قدر ہزیمت ملی کہ برطانوی فوج کو شاید ہی کسی اور جنگ میں اس قدر ملی ہو۔ وہ مجاہدین کے مرکز مکا تک پہنچ کر اس کا نام و نشان مٹا دینا چاہتے تھے لیکن مجاہدین اور قبائل کا اتحاد ان کے ناپاک عزائم کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر کھڑا ہو گیا۔ انگریزوں نے کئی راستے بدل کر مکا تک پہنچنا چاہا لیکن ہر طرف پہاڑوں سے سرنگرانے کے سوا انہیں کچھ نہ مل سکا۔ مجاہدین صرف پندرہ سولہ سو تھے البتہ قبائل کی انہیں مکمل معاونت حاصل تھی جبکہ انگریزی فوج کس قدر طاقت اور تعداد کے ساتھ حملہ آور تھی اس کا اندازہ اس سے لگائیں کہ ابتدا میں کل فوج پانچ ہزار، ایک سو پیادہ سپاہیوں، دو سو سواروں اور دو سو اسٹی توپ خانے پر مشتمل تھی۔ ۴ نومبر ۱۸۶۳ء تک یہ حالت ہو گئی کہ جنرل چیمبرلین مزید کمک کے لیے تار پر تار دے رہا تھا اور پنجاب اور سرحد کی چھاؤنیوں میں سے دن رات فوجیں بھیجی جا رہی تھیں۔ بقول آباد شاہ پوری پنجاب کی فوجی چوکیاں سب کی سب خالی ہو چکی تھیں اور حکومت پنجاب وائسرائے کی حفاظتی فوج کے ایک حصے کی خدمات حاصل کرنے پر مجبور ہو گئی

تھی..... انگریزی فوج کی حالت روز بروز زبوں تر ہوتی جاتی تھی۔ فوج پر فوج بھیجی جا رہی تھی حتیٰ کہ وسط نومبر تک پنجاب کی چھاؤنیاں خالی ہو چکی تھیں اور میاں میر کے کمانڈنگ آفیسر کو گورنر کے لیے ۲۴ حفاظتی سپاہیوں کی گارد کا انتظام کرنا مشکل ہو گیا تھا۔

قارئین کرام! یہ تھی مجاہدین کی صورتحال جو نہ صرف ابھی کسی منظم حکومت اور باقاعدہ فوج کی صورت میں نہ تھے بلکہ ان کے پاس زیادہ تر اسلحہ بھی روایتی اور قدیم طرز کا تھا، وہ تلواروں، کلہاڑیوں، نیزوں اور گنڈاسوں سے جاں سپاری کی مثال قائم کر رہے تھے۔ ہندو قس بہت کم لوگوں کے پاس تھیں اور وہ بھی توڑے دار چقمانی ہندو قس جبکہ مقابلے میں وقت کی ایک سپر پاور تھی۔ انگریز وقت کے جدید ترین ہتھیاروں، رائفلوں اور توپوں سے مسلح تھے لیکن پھر بھی اس سپر پاور کا یہ حال ہوا کہ مجاہدین نے اسے ناکوں چنے چبوانے پر مجبور کر دیا۔ کیا ہمیں معلوم ہے کہ برطانیہ جیسی طاقت اتنے کم مایہ مجاہدین کے ہاتھوں اتنی ذلیل کیسے ہوئی؟ اس کی وجہ صرف اور صرف یہ تھی کہ مجاہدین کے ساتھ تمام قبائلی مسلمانوں نے بھی مکمل یکجہتی اور اتحاد کا مظاہرہ کیا۔ اس سے پہلے بھی مختلف معرکوں میں جب تک مجاہدین اور قبائلی مسلمان متحد ہو کر لڑتے رہے، انہیں کوئی بڑی سے بڑی طاقت شکست نہ دے سکی لیکن جوں ہی مسلمان آپس میں غداری کرتے، سارا نقشہ بدل جاتا۔ فتوحات ذلتوں اور پسپائیوں میں بدل جاتیں اور غیر مسلموں کے جبر و ظلم کا اقتدار ان پر سایہ لگن ہو جاتا۔

مجاہدین تو شہادتوں کو سینے سے لگا کر کم از کم اللہ کے ہاں سرخرو ہو جاتے لیکن غداروں نے والے مسلمان بالآخر برے انجام کا شکار ہوتے۔ نہ دنیا میں ان کی کوئی عزت رہتی نہ آخرت میں۔ امبیلا کے اسی تاریخی معرکے میں کہیں تو یہ صورتحال تھی کہ مجاہدین اور مسلمانوں کے اتحاد کے آگے برطانوی ہند کی ساری فوج بھی ناکام ہو گئی تھی۔ وہ اپنے سے دس گنا زائد دشمن کے بھی دانت کھٹے کر رہے تھے لیکن پھر آخر کار کافروں نے مجاہدین کو شکست دینے کے لیے وہی پرانا نسخہ استعمال کیا کہ مسلمانوں میں نفاق ڈال دیا جائے۔ ان کے اندر سے ہی غدار تلاش کیے جائیں۔ مجاہدین اگرچہ اس دفعہ بڑی ہوشیاری سے کافروں کے اس پرانے حربے کو ناکام کرتے آ رہے تھے لیکن آخر کہاں تک..... سیم وزر کی چمک نے بالآخر کئی قبائلی سرداروں کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا۔ پہلے بھی وہ اس طریقے سے کئی بار قبائلی خوانین اور سرداروں کو خرید کر مجاہدین کو کافی نقصان پہنچانے میں کامیاب ہوئے تھے۔ دولت کے لالچ میں آ کر ان قبائلیوں نے مجاہدین کو پکڑ پکڑ کر انگریزوں کے حوالے کیا تھا۔ ایک موقع پر پورا کشمیر بھی گلاب سنگھ ڈوگرہ سے مجاہدین کے ہاتھ آ رہا تھا لیکن انگریزوں نے کشمیر کے مسلمان گورنر امام الدین کو شیشے میں اتار لیا اور یوں یہ تاریخی موقع پھر کبھی حاصل نہ ہو سکا۔ اب بھی انگریزوں نے یہی آزمودہ طریقہ استعمال کیا۔ انگریزوں نے قبائلیوں کو پیسے کے لالچ کے علاوہ یقین دلایا کہ وہ صرف ہندوستان سے آنے والے ان مجاہدین کے مرکز تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ وہ کسی قبیلے کو نقصان پہنچانے کا ارادہ نہیں رکھتے چنانچہ ان قبائلی

سرداروں کو شیشے میں اتارنے کے بعد انگریزوں کے لیے مجاہدین کے مرکز تک پہنچنے کا راستہ کھل گیا۔ اس اثناء میں بونیری قبائل کا بڑا جرگہ پشاور کے کمشنر کے آستانے پر حاضر ہوا۔ وہ مجاہدین سے علیحدہ ہو جانے کی اچھی قیمت وصول کرنا چاہتا تھا۔ لیکن انگریز جانتے تھے کہ فریق مخالف اگر ایک مرتبہ اپنے موقف سے ڈگمگا جائے تو پھر وہ کبھی جم کر کھڑا نہیں ہو سکتا۔ پسائی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ انگریزوں نے ان قبائلوں کی پیش کردہ شرائط مسترد کر دیں۔ پھر دنیا نے دیکھا کہ غداروں کو اپنی شرائط پر نہیں، انگریزوں کی شرائط پر معاہدہ کرنا پڑا۔ مجاہدین تک پہنچنے کی آڑ میں انہوں نے پہلے لالو کی بستی پر شب خون مارا اور چار سو آدمی ہلاک کر دیے۔ پھر امبیلہ کی بستی کو آگ لگا دی۔ دو سو آدمی زخمی یا ہلاک ہوئے اور یوں پھر وہ آگے بڑھتے ہوئے مجاہدین کے مرکز ماکا تک پہنچ گئے۔ یہاں مجاہدین نے اگرچہ قربانی و سرفروشی کی عظیم مثالیں قائم کیں، وہ کٹ تو گئے لیکن اس معرکہ سے مسلمانوں پر یہ ثابت ہو گیا کہ جب اپنے ہی غداری پر تل جائیں تو پھر شکست سے بچنا ایک امر محال ہوتا ہے، چاہے ہم دشمن کے مقابلے میں کتنی ہی بڑی طاقت کیوں نہ لے آئیں۔ لیکن اگر ہم کافروں کے سامنے سب مسلمان ایک جان ہو کر کھڑے ہو جائیں تو پھر چاہے ہماری تعداد کتنی ہی کم اور اسلحہ بھی چاہے کتنا ہی کم تر ٹیکنالوجی کا حامل ہو، دشمن کبھی ہمارے آگے نہیں ٹھہر سکتا..... اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ کافر مسلمانوں میں سے کچھ لوگوں کو ایک دفعہ جھکا لیتے ہیں تو پھر یہ بھی آئندہ بلیک میل ہی ہوتے رہتے ہیں اور انہیں کچھ ملنا تو دور

کی بات ہے، کافروں کی شرائط پر ہی معاہدے کرنا پڑتے ہیں جیسا کہ آج کل ہمارے جنرل مشرف صاحب کی افغانستان میں خدمات کے عوض بش نے تعریفوں کے پل تو بہت باندھے لیکن عملی طور پر کوئی قابل ذکر ٹھوس مالی امداد دی نہ ہی ایف 16 کی غبن کی ہوئی رقم یا پاکستان کی کشمیر سمیت کسی پالیسی اور مفاد کی حمایت کی گئی۔ وائے افسوس! تاریخ اسلام کے روزِ اوّل سے لے کر آج تک یہی واقعات اور یہی مثالیں بار بار دہرائی جا رہی ہیں لیکن ہم پھر بھی ان سے کوئی سبق حاصل نہیں کرتے۔

طالبان کی شکست اور غداری:

آج طالبان کی حکومت کے خاتمے میں بھی غداری نے ہی سب سے بڑا اور اہم رول ادا کیا۔ اس کے بغیر امریکہ اپنی تمام تر طاقت کے باوجود کچھ نہ کر سکتا تھا جو اس نے اب کر کے دکھایا۔ امریکی حکام کے جب پاکستانی حکمرانوں کے بارے میں یہ ریمارکس تھے کہ انہوں نے ہماری توقع سے بھی بڑھ کر تعاون کیا اور یہ کہ ان کے تعاون کے بغیر وہ کچھ ممکن نہ تھا جو اب ممکن ہوا ہے تو خود افغانستان کے اندر جن افغانیوں نے غداری کی، اس کے تباہ کن اثرات کس قدر زیادہ ہوئے ہوں گے، اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ واشنگٹن ٹائمز نے اپنی ایک رپورٹ میں انکشاف کیا کہ امریکہ نے افغانستان کے کئی درجن وار لارڈز کو ستر لاکھ ڈالر سے زائد رقم بطور رشوت دی۔ ذاتی اور علاقائی وگروہی مفادات میں ہم کس قدر اندھے ہو جاتے ہیں، اس کا اندازہ اس سے بھی لگائیں کہ جناب عطاء الحق قاسمی کے مطابق شمالی اتحاد کے ایک

کمانڈر نے افغانستان میں قید پاکستانیوں کی ایک لاکھ ”ساٹھ لاکھ“ روپے میں تھوک کے نرخوں میں خریدی اور پھر ایک ایک قیدی کو کئی کئی لاکھ کے عوض ان کے ورثاء کے ہاتھوں پر چون میں فروخت کر کے کئی گنا زیادہ کمایا۔ غرض جب ہمارے اندر اپنوں کی غداریوں کی یہ صورتحال ہو تو پھر ایسی قوم کو تو ایک معمولی طاقت بھی آسانی سے غلام بنا سکتی ہے۔

② باہمی اختلاف:

ایک اور دلچسپ تاریخی تجزیہ بھی میں قارئین کے گوش گزار کر دینا چاہتا ہوں۔ تاریخ اسلام کا مطالعہ رکھنے والے اس بات سے اتفاق کریں گے کہ مسلمانوں نے کافروں کے ساتھ تو ہمیشہ حسن سلوک کی اعلیٰ ترین مثالیں قائم کیں۔ وہ چاہے طاقتور اور غالب تھے یا محکوم و مظلوم اور مقہور، کافروں کے ساتھ انہوں نے بدترین حالات میں بھی رد عمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے بہت کم ویسی بدسلوکی کی جیسی کافر ہمیشہ ماضی سے لے کر آج تک موقع ملنے پر مسلمانوں کے خلاف کرتے آئے ہیں لیکن مسلمانوں نے اپنوں کے ساتھ ایسا سلوک ضرور کیا جسے پڑھ کر رو نگٹھے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بنو امیہ اور بنو عباس کی تاریخ اس پر گواہ ہے۔

سوال یہ ہے کہ اگر ہم اپنا باہمی اختلاف ختم نہیں کر سکتے اور شاید یہ عملاً سو فیصد ممکن بھی نہ ہو، مختلف نظری اور تدبیری امور میں ہر قوم، ہر جمعیت اور ہر تنظیم میں اختلافات رہے ہیں اور رہیں گے۔ لیکن کیا ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے اتنی توقع

بھی نہیں کر سکتے کہ جب مسلمانوں کے ایک گروہ، ایک تنظیم، ایک قوم یا ایک ملک کا مقابلہ کافروں سے ہو تو کم از کم اس وقت اپنے اپنے اختلافات اور مفادات کو بھلا کر دشمن کے مقابلے میں یکجا ہو جائیں۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ میں اپنے بھائی کو کافروں کے ہاتھوں مروا کر یا انہیں کافروں کے حوالے کر کے خود بچ جاؤں گا..... نہ اس کا دنیا میں فائدہ ہے نہ آخرت میں۔ کاش ہم اپنے نبی ﷺ کے اس فرمان کو ہی حرز جاں بنالیں جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

« الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللَّهُ فِي حَاجَتِهِ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرْبَاتٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ »

[صحیح بخاری، کتاب المظالم، باب لا یظلم المسلم، حدیث: ۲۴۴۲]

”مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ اس پر ظلم نہیں کرتا اور نہ ہی اسے کسی کافر کے حوالے کرتا ہے اور جو کوئی اپنے بھائی کی ضرورت میں مشغول ہو، اللہ تعالیٰ خود اس کی حاجت پوری کرنے میں مشغول ہوتا ہے اور جو کوئی کسی مسلمان بھائی کی تکلیف دور کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی تکلیف کو قیامت کے دن دور کرے گا اور جو کوئی مسلمان (کی برائی) کا پردہ رکھے گا، اللہ قیامت کے دن اس کا پردہ رکھے گا۔“

ہمارا آپس میں باہمی طور پر چاہے جتنا بھی اختلاف ہو، ہمیں یہ بات پیش نظر رکھنی چاہیے کہ کافروں کا باہمی اختلاف ہم سے زیادہ ہوتا ہے لیکن کیا ہم نے نہیں دیکھا کہ جب بھی کوئی ایک کافر ملک مسلمانوں کے مقابلے میں آتا ہے تو باقی کافرا اپنے تمام اختلاف بھلا کر مسلمانوں کے اس دشمن کافر ملک کی پشت پر آ موجود ہوتے ہیں۔

انڈیا اگر کشمیر پر کوئی حق اور انصاف کی بات ماننے کو تیار نہیں تو کیا کسی بھی اور کافر ملک نے انڈیا کو اس کے ظلم و جبر سے باز رکھنے کی کوئی کوشش کی بلکہ الٹا وہ پاکستان کو بلیک میل کرنے کے لیے سرحدوں پر فوج لے آیا تو پہل انڈیا کی طرف سے ہونے کے باوجود یہ کافر ممالک صرف انڈیا کو سمجھانے کی بجائے پاکستان اور بھارت دونوں کو کشیدگی کم کرنے کا کہتے ہیں۔ گویا دونوں کو کشیدگی کا برابر کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔ انڈیا کے واضح جارحانہ اقدامات کے باوجود صرف اس کی مذمت کوئی کافر نہیں کرتا۔ اب بھی امریکہ نے پاکستان کی تھوڑی سی امداد کی تو اس کے عوض یہ شرط بھی لگائی کہ پاکستان نہ صرف انتہا پسندوں (مجاہدین) کے خلاف سرگرمی سے کام کرتا رہے گا بلکہ بھارت کے ساتھ کشیدگی میں بھی کمی لائے گا۔ اس سے ثابت کیا جا رہا ہے کہ پاکستان ہی بھارت کے ساتھ کشیدگی پیدا کرنے کا ذمہ دار ہے۔ اسرائیل کے معاملے میں کافروں کا یہ رویہ اس سے زیادہ ظالمانہ اور جانبدارانہ ہے۔ اسرائیل اپنے تمام تر ہلاکت خیز ہتھیاروں، میزائلوں اور ٹینکوں سے بلاناغہ فلسطینیوں کا قتل عام کرتا

ہے اور بے چارے فلسطینی چار ہزار سال پرانے اسلحے غلیل سے بھی اس کا جواب دیں تو انہیں بھی تشدد کا اتنا ہی ذمہ دار ٹھہرایا جاتا ہے جتنا کہ اسرائیل کو..... بلکہ اب تو نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ امریکہ اور کئی دوسرے ممالک کھلم کھلا صرف مظلوم فلسطینیوں کو ہی تشدد اور دہشت گردی کا ذمہ دار قرار دینے لگے ہیں یہاں تک کہ وہ یا سرعرات جس نے ہمیشہ ان کافروں کے مفادات کی پاسداری کا کردار ادا کیا اور خود کو مسلمانوں میں لبرل اور معتدل لیڈر کے طور پر پیش کیا لیکن اس کی ”خدمات“ کا بھی یہ صلہ دیا گیا کہ وہ بھی اب ناقابل اعتبار ٹھہرا ہے۔ اس کی ایسی تصویریں نیوز ویک میں شائع کی جا رہی ہیں جن میں اسے زنجیروں سے بندھا ہوا اور الٹا لٹکا ہوا دکھایا گیا ہے۔ یہ ہے مسلمانوں سے غداری کرنے والے کا عصر حاضر میں ہمارا آنکھوں دیکھا انجام۔

کاش! ہمارے دوسرے لیڈر اور حکمران اس سے عبرت حاصل کریں۔ تاریخ سے سبق حاصل کریں اور جان لیں کہ عزت اور حمیت وغیرت سے بڑھ کر دنیا میں کوئی چیز نہیں۔ اگر اس راہ میں موت بھی آجائے، بظاہر دنیاوی طور پر شکست بھی ہو جائے تو پھر بھی اس انسان کی عزت پہلے سے کئی سو گنا بڑھ جاتی ہے۔ یہ عارضی شکست اور تباہی بعد میں بڑی فتح کا پیش خیمہ بن جاتی ہے لیکن بے غیرتی اور بے حمیتی قوموں پر غلامی و پستی اور ذلت کی طویل رات مسلط کر دیتی ہے۔ «فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْآبْصَارِ»



سقوط بغداد کیوں ہوا؟

قاضی کاشف نیاز





سقوط بغداد کیوں ہوا؟

جو کچھ ہوا، نہیں ہونا چاہیے تھا لیکن جو کچھ ہمارے اعمال تھے، پھر اس کے علاوہ ہو بھی کیا سکتا تھا۔

دل تو بہت گرفتہ ہے، آنسو بہانے کو بھی اس قدر جی چاہتا ہے کہ جس سے شاید ندیاں بھی رواں ہو جائیں، ہوش و حواس اور دماغ اپنے ٹھکانے سے باہر جاتا محسوس ہوتا ہے، امت مسلمہ کی حالت زار دیکھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے، ہائے سفینہ امت کس طرح جگہ جگہ لٹ رہا ہے، مسلمانوں کا خون تیل اور پانی سے بھی سستا ہو گیا۔ پہلے سقوط کابل ہوا، اب سقوط بغداد۔ آہ! ایک طرف تو وہ مسلمان ہیں جو گاجر مولیٰ کی طرح کٹ رہے ہیں بلکہ یہ پرانی مثال تو اب ان پر پوری نہیں اترتی، اب تو مسلمانوں کو بڑے بڑے بم پھینک کر پاؤڈر بنایا جا رہا ہے۔ ان کا کہیں نشان بھی نہیں ملتا۔ لیکن دوسری طرف جو مسلمان بچے ہوئے ہیں، وہ صرف تماشا دیکھ رہے ہیں۔ ان کی اکثریت کو شاید اپنے مسلمان بھائیوں کی حالت پر ایک لمحے یا چند لمحوں کے لیے افسوس ہوا ہو اور پھر وہ

ویسے ہی اپنی زندگی کے معاملات اور دنیا کی رنگینیوں میں مست ہو گئے۔ انہیں یہ غور کرنے کی فرصت ہی نہیں کہ یہ سقوط بغداد آخر کیوں ہو گیا؟ ہمارے ساتھ یہ مسلسل المناک حالات کیوں پیش آرہے ہیں؟ وہ اپنی قیمتی مصروفیات اور تفریح کے اوقات میں سے اتنا ہی وقت نکال سکتے ہیں کہ امت کی حالت زار پر ایک دو لمحے افسوس کر لیں اور بس اس سے زیادہ مغرب کی دی ہوئی مٹینی اور مادی زندگی نے ان کے پاس وقت چھوڑا ہی نہیں۔ لیکن کئی ایسے بد بخت بھی تھے جنہیں ایک لمحے کے لیے بھی افسوس نہ ہوا۔ یہ بات میں اس لیے یقین کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ ایسے لوگ اخبارات کے صفحات پر آن دی ریکارڈ اپنے وجود نامساعد کا پتہ دیتے رہے ہیں۔ میں ایسے ایک شخص کا نام تو کھل کر لینا چاہوں گا جو خود کو مسلمان کہلا کر بھی عراق پر امریکی حملے کی کھل کر حمایت کرتا رہا دنیا بھر کے کروڑوں ضمیر پسند غیر مسلم بھی عراق پر امریکی حملے کی مذمت کرتے رہے لیکن یہ غیر مسلموں سے بھی گئے گزرے ہو گئے۔ ”حسن ثار“ نامی اس دریدہ دہن شخص نے جو ویسے تو غریبوں کو دال روٹی اور انصاف دلانے کا بڑا مدعی ہے اور اس مقصد کے لیے روزانہ ”جنگ“ کے صفحات کا لے کرتا رہتا ہے لیکن مسلمانوں پر جہاں بھی کافر کوئی بھی ظلم و زیادتی کریں، اسے یہ سب کچھ اپنے آقاؤں کی کرم گستری ہی نظر آتی ہے۔ یہاں تک کہ عراق پر امریکی حملے کو اس نے عراقی عوام کے لیے غیبی امداد قرار دیا اور لکھا کہ امریکی حملے سے ہو سکتا ہے کہ ہزار لاکھ انسان مارے جائیں لیکن ان کی آئندہ نسلیں آمریت سے تو آزاد ہو جائیں گی۔ جب قوم

ملت میں ایسے بے ضمیر، بے حس، بے شعور اور بے بصیرت انسان موجود ہوں کہ جنہیں انسان لکھتے ہوئے بھی گھن آتی ہے، تو پھر اس قوم کا یقیناً اللہ ہی حافظ ہے۔ ان لوگوں کو سمجھ شاید اس وقت ہی آسکتی ہے جب ایسے چند ہزار لاکھ انسانوں میں ان کے اپنے بہن بھائی، والدین اور بیوی بچے شامل ہوں، یہ ان کی چیخیں اور آہیں سنیں لیکن یہ وہاں بھی اپنے عزیزوں اور جگر کے ٹکڑوں کو یہ کہہ کر تسلی دیں کہ گھبرانا نہیں، بموں کی اس آگ میں تمہارے کچھ چیخڑے تو اڑ جائیں گے، کچھ گوشت پاؤڈر بن کر خاک ہو جائے گا، تمہارا جسم زخموں سے کچھ بھر جائے گا تو کیا ہوا؟ ہماری آئندہ آنے والی نسلیں تو اب سکون سے آزادی اور مسرت و شادمانی کے دن گزاریں گی۔ جب اپنے سر پر پڑے گی، پھر ایسا دل گردہ دکھائیں گے تو معلوم ہوگا کہ ان کی یہ ”آزادی“ اور یہ ”دال روٹی“، کس بھاؤ ملتی ہے۔ ہماری دعا ہے اللہ انہیں یہ دن نہ دکھائے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ایسے شقی القلب لوگوں کو یہ دن دیکھے بغیر سمجھ نہیں آنے والی۔ آج کل جس بھی چھوٹے بڑے ہوٹل میں جائیں، وہاں کیبل ٹی وی ضرور لگا ہوتا ہے۔ عراق پر بمباری کے دنوں میں جب ہم ایک ہوٹل میں کھانا کھانے گئے تو وہاں کیبل پر ورلڈ کپ کا میچ دیکھا جا رہا تھا۔ ہم نے ہوٹل والے سے کہا کہ بھائی اگر ٹی وی لگانا ہی ہے تو خبروں والا کوئی چینل لگا دو تا کہ ہمارے عراقی بھائیوں کی کچھ حالت زار کا پتہ تو چلے۔ کہنے لگے، وہاں کیا ملنا ہے؟ ایسے دل خراب کرنے والی بات ہے۔ یعنی آپ میچ دیکھیں۔ خوش کن اور دل لبھانے والے چینل دیکھیں اور عراق کی خبریں دیکھ کر اپنا

دل خراب نہ کریں، ہمیں زندگی کے مزے لینے دیں، مصیبت آئی ہے تو عراقیوں پر آئی ہے، ہمارے اوپر تو نہیں آئی۔ ہم کیوں اپنی عیاشیوں کے رنگ میں بھنگ ڈالیں۔ جب ہمارے احساسات اور فکر و شعور کا یہ عالم ہو تو پھر تو میں تباہیوں سے کس طرح بچ سکتی ہیں۔

وائے ناکامی ! متاع کارواں جاتا رہا

کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

خود فریبی چھوڑیں، بغیر اصلاح کیے ہم اپنی باری کو ٹال نہیں سکتے:

ہمارے ہاں جو مسلمان کافروں کے ظلم و ستم سے بچے ہوئے ہیں، وہ اس زعم میں مبتلا ہیں کہ ہمارے اندر کوئی ایسی قابلیت اور عقلمندی ہے کہ جس کی وجہ سے ہم بچے ہوئے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ جو مسلمان مارے جا رہے ہیں، یقیناً ان کا کوئی نہ کوئی قصور یا نااہلی تھی جس کی وجہ سے وہ بچ نہیں سکے..... حالانکہ باری سب کی باری آ رہی ہے۔ بوسنیا، کوسووا، چیچنیا، برما، فلسطین، کشمیر، افغانستان، عراق، کتنی باریاں لگ چکیں لیکن ہماری آنکھیں پھر بھی نہ کھلیں۔ کبوتر کی طرح ہم نے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں اور شتر مرغ کی طرح ریت میں منہ چھپا کر سمجھتے ہیں کہ خطرے کا کہیں دور دور تک نام و نشان نہیں۔ ویسے اپنی باری کی بار بار تردید سے معلوم ہوتا ہے کہ ہماری چھٹی حس ہمیں بتا ضرور رہی ہے کہ ہماری گردن بھی کسی وقت دبوچی جاسکتی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے حکمران کافروں کے آگے جھک کر ہمیں بچالیں گے حالانکہ صدام سے

زیادہ کسی نے کیا جھکنا ہے۔ اس نے امریکہ کی ہر شرط مان لی لیکن حملے سے پھر بھی نہ بچ سکا۔ کافروں کا تو آج منشور ہی یہ ہے کہ مسلم ملکوں کے وسائل کو ہر صورت تباہ کرو۔ پھر تعمیر نو کے نام پر اس ملک کی دولت کو خوب لوٹو اور ان پر قبضے بھی کرو۔ عراق کم تر خطرناک ہتھیاروں کے باوجود نہ بچا تو پاکستان کئی گنا زیادہ خطرناک ہتھیاروں اور ایٹمی میزائلوں کی موجودگی کے باوجود کیسے بچ سکتا ہے؟ لیکن ہم خود کو فریب میں ڈالے رکھنا اچھا سمجھتے ہیں۔ ہمارا حال بالکل ایسے ہی ہے جیسے ہر ایک کو معلوم ہے کہ اس نے دیر یا بدیر ایک دن ضرور مرنا ہے۔ اسے جب کہا جاتا ہے کہ بھائی موت کی تیاری کرلو، اپنے اعمال بہتر کر لو تا کہ کل اگلے جہان میں اصل اور پائیدار و مستقل زندگی بہتر اور پرسکون گزار سکو لیکن اس کے اعمال بتاتے ہیں کہ اسے اپنی موت کا یقین نہیں ہے۔ اس کے سامنے روزانہ اس کے عزیز واقارب، محلے دار، پڑوسی اور اس کے ہم شہر و ہم وطن مرتے ہیں لیکن اسے معلوم ہوتا ہے کہ فلاں کی موت فلاں بیماری، فلاں بے احتیاطی یا فلاں حادثے کی وجہ سے ہوئی۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں تو بڑا عقلمند ہوں، بڑی احتیاط سے زندگی گزارتا ہوں، انہیں تو زیادہ سمجھ ہی نہیں تھی کہ کس چیز سے بچنا چاہیے اور کس چیز سے نہیں بچنا چاہیے۔ وہ اگر فلاں غلطی نہ کرتے تو شاید بچ جاتے۔ فلاں کام نہ کرتے، فلاں پر ہیز کرتے، دوائی صحیح کھاتے یا گاڑی صحیح چلاتے تو ان کا یہ انجام نہ ہوتا۔ میں تو بڑا سوچ سمجھ کر اور تمام زمینی حقائق کو دیکھ کر چلنے والا ہوں، اس لیے میری باری تو شاید نہ لگے، مجھے تو شاید موت ہی نہ آئے اور اگر آئی بھی تو کم از کم ابھی اس کا دور دور تک امکان نہیں۔

غرض ہم نے ہر معاملے میں خود فریبی کا انداز اپنایا ہوا ہے اور اسی خود فریبی کی خیالی جنت میں رہ کر ہم سمجھتے ہیں کہ ہم ہر طرف سے محفوظ ہو گئے ہیں۔ آج جو تباہی و بربادی ہمارے ہر طرف پھیلی ہوئی ہے تو دور کی کوڑیاں لا کر ہم اس کے اسباب ڈھونڈ رہے ہیں، حالانکہ اس کے اسباب بھی ہمارے آس پاس ہی موجود ہیں..... دور جانے کی ضرورت نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں چودہ سو سال پہلے ہی بتا دیا تھا۔ فرمایا:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ

لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ [الروم: ٤١]

”خشکی اور تری میں جو فساد برپا ہو گیا ہے تو وہ لوگوں کے اپنے اعمال کے سبب سے ہے۔ اس لیے کہ اللہ انہیں ان کے بعض کرتوتوں کا پھل چکھادے تاکہ وہ اللہ کی طرف لوٹ آئیں۔“

جی ہاں! یہ ہمارے اعمال اور یہ ہمارے کرتوت ہی ہیں جن کا نتیجہ ہم بھگت رہے ہیں۔

صرف مسلمانوں پر عذاب کیوں؟:

کہنے والے کہہ سکتے ہیں کہ ہم سے زیادہ اللہ کی نافرمانیاں تو ہمارے دشمن کافر، یہودی، صلیبی اور ہندو وغیرہ کر رہے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ان پر تو کوئی عذاب نہیں، سارے عذاب ہم پر ہی نازل ہو رہے ہیں۔



برق گرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر
تو اس کا جواب بھی ہمارے اپنے درمیان موجود ہے۔ کیا یہ انسانوں کی فطرت
نہیں کہ وہ اپنے کھلے دشمن سے تو اتنی نفرت نہیں کرتا لیکن کوئی اس کا دوست بن کر
اس سے غداری کر جائے تو سب سے زیادہ نفرت و عداوت کے جذبات اس غدار کے
خلاف موجزن ہوتے ہیں..... سب سے پہلے انسان اسی سے بدلہ لینے کی کوشش
کرتا ہے..... اگر کسی کی بیوی اس سے بے وفائی کر جائے، کھائے پیے اور پہنے شوہر کا،
زوجہ وہ اس کی کہلائے لیکن پیار کسی اور کے ساتھ کرے، رنگ رلیاں کسی اور کے ساتھ
منائے، شوہر کی محبت میں وہ شریک کسی اور کو کرے تو کیا ایسی بیوی کو کوئی شوہر
برداشت کرے گا۔ جب ہماری آپس میں غیرت کا یہ حال ہے تو پھر اللہ تو سب سے
زیادہ غیرت والا ہے..... کیا ہم اس سے انکار کر سکتے ہیں کہ ہم نے اللہ سے اپنی محبت
کے دعوے کیے..... خود کو موحد اور دوسروں کو مشرک کہا لیکن خود اسی جرم فتنج کے مرتکب
ہوئے جس کا طعنہ دوسروں کو دیتے تھے..... بلکہ پڑھ کر بھی ایسے ایسے شرک کا ارتکاب
کرتے ہیں کہ کافروں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔

ہمارا بہت بڑا جرم..... شرک:

آج ہی ذرا ہم اپنے درباروں اور قبرستانوں کا حال جا کر دیکھیں..... وہاں کیا کیا
شرک نہیں ہو رہا۔ جو سجدے بتوں کو کیے جاتے تھے، وہی سجدے قبروں کو کیے جا رہے
ہیں..... جو طواف اللہ کے گھر کے لیے خاص تھا، وہ طواف ان قبروں کا کیا جاتا ہے جو

نذر و نیاز صرف اللہ کے لیے خاص تھی، وہ غیر اللہ کے نام کی دی جاتی ہے۔ پیروں، فقیروں، ولیوں اور بزرگوں کے نام کی دیکیں تقسیم کی جاتی ہیں۔ ہماری غیرت و حمیت کا تو یہ حال رہا کہ کافر اپنے تمام تر لاؤ و لشکر کے ساتھ مسلمانوں کو نیست و نابود کر رہا تھا لیکن ہم اس کے خلاف احتجاج کے لیے اتنا بھی سڑکوں پر نہ نکلے جتنا ان درباروں کے عرسوں کے لیے نکلتے ہیں۔ کسی کو شک ہو تو دیکھ لے کہ صرف لاہور میں سید علی ہجویری المعروف داتا دربار کے عرس پر لاہوری ہر سال اس قدر نکلتے ہیں کہ سارا دن اور ساری رات پورے لاہور میں ٹریفک جام رہتی ہے۔ امریکہ کے خلاف ملین مارچوں کے لیے لوگوں کو دور دراز سے بسیں بھر کر لانا پڑتا ہے لیکن اس عرس کے لیے پورا لاہور انڈ پڑتا ہے..... لاہور کا کوئی کونہ اور کوئی محلہ ایسا نہیں رہتا جہاں سے اس عرس کے لیے ہزاروں لاہوری دھمال ڈالتے اور رقص کرتے ہوئے شریک نہ ہوتے ہوں..... سوچے کیا اولیاء سے محبت کا تقاضا یہی ہے کہ ان کے عرسوں پر جایا جائے..... خوب بھنگڑے اور رگڑے لگائے جائیں۔ شرک اور فحاشی کے ریکارڈ توڑے جائیں۔

ویسے تو عید میلاد منانا بھی کرسمس کی نقل ہے..... اسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے منایا نہ بعد میں صدیوں تک کبھی یہ منائی گئی۔ بیس تیس سال پہلے ہی یہ شروع ہوئی لیکن نبی ﷺ کے نام پر یہ عید بھی ہم انڈین گانوں پر فحش اور ڈسکو ڈانس کر کے مناتے ہیں یا پھر شرکیہ نعیتیں پڑھتے ہیں۔ جب ہمارے اعمال کا یہ حال ہو، ہم اللہ کی سب سے بڑی بغاوت کے مرتکب ہوں، ایک ایسے جرم کو اعلانیہ کرتے ہوں جسے اللہ نے ناقابل

معافی جرم کہا ہو تو پھر مصیبتیں اور ذلتیں ہمارا مقدر کیوں نہ بنیں؟..... سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾

[النساء : ۴۸]

”بے شک اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کیے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دے۔“

ذرا ہم اپنے ماں باپ آدم و حوا علیہما السلام کی طرف نظر دوڑا کر دیکھیں..... ان سے ایک معمولی سا جرم سرزد ہوا کہ انہوں نے ایک ممنوعہ درخت کا پھل کچھ لیا۔ یہ جرم بھی ان سے محض غلط فہمی اور شیطان کے بہکاوے کے نتیجے میں ہوا لیکن اس معمولی جرم کی بھی انہیں یہ سزا ملی کہ ان کے کپڑے اتار دیے گئے اور انہیں جنت سے بھی ہاتھ دھونا پڑا اور اللہ نے انہیں بطور سزا زمین پر بھیج دیا کہ اب وہ اپنی دوبارہ اصلاح اور توبہ کے بعد ہی جنت میں داخل ہو سکیں گے۔ جب آدم و حوا علیہما السلام کو ایسے معمولی جرم کی اس قدر سزا ملی تو ہم نے تو کوئی جرم نہیں چھوڑا جو نہ کیا ہو۔

عراقی بھائیوں پر آتش و آہن اور بارود کی بارش ہو رہی تھی لیکن ہم پھر بھی بڑی بے باکی سے شرک کا ارتکاب کرتے ہوئے کہتے رہے کہ بغداد سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا شہر ہے۔ وہ غوث الاعظم ہیں یعنی معاذ اللہ سب انسانوں کی فریادیں سننے والے، سب سے بڑے ولی ہیں، وہ اپنے بغداد کو خود ہی بچا لیں گے۔ ہمیں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن دنیا نے دیکھا کہ بغداد تو کیا بچنا تھا، خود شیخ عبدالقادر جیلانی

ﷺ کے مزار کا گنبد بھی بمباری سے تباہ ہو گیا۔ اس تباہ شدہ گنبد کی تصویر سارے اخبارات میں شائع ہو کر ہم نام کے مسلمانوں کو یہ پیغام دے گئی کہ لوگو! کوئی زندہ یا مردہ مخلوق فریادیں سننے والی فریادرس نہیں ہو سکتی۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ جو اپنے دربار کو نہیں بچا سکے، وہ دوسروں کے غوث یا فریادرس کیسے ہو سکتے ہیں؟ داتا، مشکل کشا، دستگیر، فریادرس اور غوث تو صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات ہے:

﴿ اَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ ﴾

[النمل: ۶۲]

”کون ہے جو بے قرار و مجبور کا فریادرس (غوث، داتا، مشکل کشا) ہے جب کہ وہ اسی (اللہ) کو پکارے اور وہی اس کی مصیبت کو دور کرتا ہے۔“
شرک تو ایسا حساس اور بنیادی مسئلہ ہے کہ اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو بھی تنبیہ فرمادی کہ اگر آپ بھی شرک کریں گے تو اللہ آپ کے اعمال بھی ضائع کر دے گا۔
فرمایا:

﴿ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾

[الزمر: ۶۵]

”اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے عمل برباد ہو جائیں گے اور تم زیاں کاروں میں ہو جاؤ گے۔“

حالانکہ انبیاء سے شرک کا صدور ممکن نہیں اور آپ ﷺ تو نبیوں کے سردار تھے لیکن اس طرح لوگوں پر واضح کرنا مقصود تھا کہ اللہ کو شرک کس قدر ناپسند ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اپنے نبی ﷺ کے ذریعے لوگوں پر یہ بھی واضح کر دیا:
﴿قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي ضَرًّا وَلَا نَفْعًا﴾ [یونس : ۴۹]
”(اے نبی ﷺ!) لوگوں کو بتا دیجیے کہ میں تو اپنے نفع و نقصان کا بھی مالک نہیں۔“

لیکن یہاں نبیوں کو تو کیا، ولیوں کو بھی مشکل کشا، داتا، دستگیر اور غوث بنایا جا رہا ہے اور آج کل تو ولی بھی ایسے ہیں جو مادر زاد ننگ دھڑنگ اور نماز، روزہ اور طہارت سے بھی بے نیاز ہوتے ہیں، ہم پھر بھی ان سے چمٹے ہوتے ہیں تو پھر اللہ کا غضب ہم پر کیوں نہ بھڑکے گا۔

امت کی نافرمانیوں کا خمیازہ اہل حق کو بھی اٹھانا پڑتا ہے:

بعض لوگوں کو یہ شبہ بھی ہے کہ طالبان تو صدام سے زیادہ اسلام سے مخلص اور توحید کے پیروکار تھے۔ پھر اللہ نے انہیں بھی امریکہ کے مقابلے میں فتح و نصرت سے کیوں نہ نوازا۔ اس کا جواب ہمیں غزوہ احد میں با آسانی مل سکتا ہے کہ وہاں تو خود ہادی کائنات نبی آخر الزماں ﷺ کی ہستی موجود تھی لیکن اس کے باوجود آخر کیا وجہ ہوئی کہ مسلمانوں کی فتح بھی عین آخری وقت پہ ٹکست میں بدل گئی۔ تو اس کی وجہ محض چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معمولی غلطی تھی اور یہ بھی محض ایک اجتہادی غلطی تھی۔ انہوں نے کسی جرم کو جانتے بوجھتے نہ کیا تھا۔ انہیں رسالت مآب ﷺ نے ایک ٹیلے پر کھڑا کیا تھا اور ہدایت فرمائی تھی کہ حالات چاہے کچھ بھی ہوں، پرندے چاہے ہماری

بوٹیاں نوچ جائیں، یہ جگہ اور یہ مورچہ نہیں چھوڑنا..... مسلمانوں کو بالآخر فتح مل گئی اور وہ مال غنیمت حاصل کرنے لگے..... ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوچا کہ جنگ کا فیصلہ تو ہو گیا، نتیجہ بھی ہمارے حق میں آ گیا، کفار میدان چھوڑ کر بھاگ چکے ہیں۔ اب انہوں نے بھی مال غنیمت کے لیے جگہ چھوڑ دی۔ چند صحابہ کرام کی طرف سے نبی ﷺ کے ایک حکم کی نادانستہ خلاف ورزی کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کی فتح شکست میں بدل گئی..... کفار نے اسی ٹیلے سے دوبارہ حملہ کیا۔ ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی لاشوں سے میدان اٹ گیا..... ستر زخمی ہوئے..... خود رسالت مآب ﷺ کو بھی زخم کھانے پڑے..... آپ ﷺ کے دندان مبارک شہید ہوئے، سر پر شدید چوٹیں آئیں اور آپ ﷺ گر گئے۔ مسلمانوں کی طرف سے مکمل خاموشی چھا گئی۔ یہاں تک کہ ابوسفیان نے یہ نعرہ بلند کر دیا کہ: ((أَعْلُ هُبْلُ)) ”ہبل کی جے۔“

اس پر نبی برحق ﷺ کو اپنی خاموشی توڑنی پڑی کیونکہ کفار سمجھ رہے تھے کہ آپ ﷺ سمیت مسلمانوں کے تمام سرکردہ کمانڈر شہید ہو چکے ہیں۔ آپ ﷺ نے اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر بتا دیا کہ یہ کافروں کی غلط فہمی ہے۔ اسلام کو ختم نہیں کیا جاسکتا، یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا۔ مسلمانوں کو وقتی شکستیں تو ہو سکتی ہیں لیکن آخری فتح ہمیشہ حق اور اسلام کی ہوگی۔

بہر حال اس غزوہ سے مسلمانوں کو یہ معلوم ہو گیا کہ چند افراد کی غلطی کا خمیازہ پوری امت کو اٹھانا پڑتا ہے جبکہ آج تو صورتحال الٹ ہے کہ بمشکل چند افراد نے حق

اور دعوت و جہاد کا پرچم تھاما ہوا ہے لیکن اکثر نے غلطیوں اور گمراہیوں کو اپنا شعار بنایا ہوا ہے۔ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ کی نادانستہ نافرمانی کی تو اس غلطی کے خمیازے سے خود نبی اکرم ﷺ کی معصوم عن الخطاء ذات بھی نہ بچ سکی تو آج امت کی اکثریت اللہ اور نبی ﷺ کے ارشادات سے بغاوت کی حد تک نافرمانیاں کر رہی ہے۔ ان عظیم غلطیوں کے خمیازے سے مجاہدین، طالبان یا حق کا کوئی چھوٹا سا گروہ کیسے بچ سکتا ہے۔ اس لیے آج ہمیں اپنی غلطیوں اور گمراہیوں کو پہچاننے اور ان کی اصلاح کی بہت ضرورت ہے۔ ورنہ مصیبتیں اور تکلیفیں ہم پر نازل ہوتی رہیں گی۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ علامات قیامت کے ضمن میں ایک حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا۔ میرے بعد مشرق و مغرب اور جزیرہ عرب (تین جگہ) میں خف ہوگا۔ میں نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ کیا ہمیں زمین میں دھنسا یا جائے گا جبکہ ہمارے درمیان نیک لوگ بھی ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”(ہاں) جب اہل زمین خباثت میں بڑھ جائیں گے۔“

[مجمع الزوائد : ۱۱/۸]

دیگر احادیث کی روشنی میں یہ نیک لوگ خبیثوں کے ساتھ ہلاک تو ہو جائیں گے لیکن قیامت کے روز انہیں ان کی نیت کے مطابق اٹھایا جائے گا۔

[فتح الباری : ۱۱/۱]

علاوہ ازیں دوسری احادیث کے مطابق دھنسائے جانے والے عموماً وہ لوگ ہوں گے جو فسق و فجور، زنا اور ناچ گانے میں تمام حدیں توڑ دیں گے۔ اس سے معلوم ہوا

کہ خبیث اکثریت کا وبال نیک لوگوں پر بھی پڑتا ہے۔

آج ہم اپنی حالت دیکھیں، کون سی خباثت ہے جس کو ہم نے گلے نہیں لگایا ہوا۔ اپنے چہرے سے لے کر اپنے گھر، خاندان ملک اور معاشرہ تک ہر چیز کا حلیہ ہم نے ایسا بگاڑا ہوا ہے کہ کسی طرح سے بھی کوئی یہ شناخت نہیں کر سکتا کہ یہ کوئی مسلمانوں کا معاشرہ ہے۔ جامت کرتے ہیں تو انگریزوں والی..... سنت رسول ﷺ سے ہمیں نفرت اور کراہت ہے۔ روزانہ صبح اٹھ کر سب سے پہلے داڑھی کو اپنے چہرے سے صاف کر کے غلیظ نالیوں میں پھینکتے ہیں۔ ویسے ہم بڑے عاشق رسول ﷺ کہلاتے ہیں..... لباس ہمیں عیسائیوں والا پسند ہے۔ پینٹ شرٹ اور ٹائی کی صورت میں گلے میں صلیب لٹکا کر ہمیں فخر محسوس ہوتا ہے۔ گھر بڑے عالیشان چاہتے ہیں۔ فضول اور بے مصرف سجاوٹوں پر بے بہا پیسہ خرچ کرنا ہمارے سٹیٹس کا تقاضا ہے۔ نبی ﷺ نے تو آرائشی پردے لٹکانے سے بھی منع فرمایا لیکن ہم گھر کے ایک ایک کونے کو سجانے پر لاکھوں کروڑوں روپے خرچ کر دیتے ہیں..... صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے کفن کے لیے بھی اپنی پرانی چادروں کے استعمال کا حکم دیتے ہیں کہ ان کے نزدیک نیا کپڑا تو زندوں کے کام آنا چاہیے۔ نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پیوند لگے کپڑے استعمال کر لیتے تھے لیکن ہمارے لیے کپڑوں اور جوتوں کی بھرمار ہے۔ ہر موسم، ہر تقریب کے الگ الگ جوڑے ہیں بلکہ دن اور رات کے بھی الگ الگ لباس ہیں۔ پھر گھروں کو ٹی وی، کیبل، گانے بجانے اور فحاشی کے آلات سے بھرا ہوا ہے۔ پردے کا نام و نشان

نہیں۔ یوں تو ہم غریب کہلاتے ہیں۔ حکومت بھی ضرورت پڑنے پر غربت کا رونا روتی ہے لیکن عوام کو فوڈ سٹریٹس بنا کر بھی دیتی ہے تاکہ اس ”غریب عوام“ کو اپنی پونجی خرچ کرنے کا موقع مل سکے..... اور ”غربت“ دور ہو سکے..... ملکی نظام کا الگ ستیا ناس ہے۔ یا تو ایک فرد کا آمرانہ قانون چلتا ہے یا پھر پارلیمنٹ کی صورت میں اکثریت کا قانون چلتا ہے، انگریزوں کا نظام چلتا ہے، پارلیمنٹ کی بالادستی کی باتیں ہیں۔ اللہ کے قانون کی کسی کو پروا نہیں۔

ہماری خیانت کی انتہا تو یہ ہوگئی کہ جن دنوں افغانستان اور عراق میں ہمارے لاکھوں مسلم بھائیوں کو بمباری سے مارا جا رہا تھا، نہ صرف ہمارے سرکاری میڈیا ریڈیو، ٹی وی پر راگ و رنگ کے پروگرام جاری رہے اور ہندوانہ بسنت کے جشن بھی منانے گئے بلکہ اس بے حسی کا عوام بھی شکار ہوئے اور وہ بھی دن رات فحش فلموں اور پروگراموں میں برابر مست رہے۔ پھر فلمیں بھی ہمیں پاکستانی سے زیادہ انڈین پسند ہیں۔ جس گھر میں، بس میں، ہوٹل میں جاؤ دیکھ لو ہر جگہ انڈین فلمیں ہی لگی ہیں۔ اس کے نتیجے میں نئی نسل ہندوانہ عقائد اور رسوم کو اپنا رہی ہے۔ ہندو سے نفرت بھی کم ہو رہی ہے۔ کرکٹ میچوں میں جو تھوڑا بہت بھارت سے تعصب ہے، وہ بھی بالآخر ختم ہو جائے گا۔ یہ ہوتا ہے فحاشی کی راہ پر چلنے کا نتیجہ۔ حکمران بھی مکمل اس کی سرپرستی فرماتے ہیں۔ بمباری کے دنوں میں بھی اس ملک کے حکمرانوں نے راگ و رنگ کے پروگراموں کا سلسلہ جاری رکھا۔ فضائی حادثے میں فوج کے کچھ افسر مارے گئے تو

قومی سوگ منایا گیا۔ ریڈیو ٹی وی پر موسیقی بند رہی جبکہ لاکھوں مسلمانوں کے قتل پر جشن منائے گئے۔ حکمران یہ تاثر دیتے تھے کہ وہ امریکی طاقت کی وجہ سے پالیسی بدلنے پر مجبور ہیں لیکن اگر یہ مجبور بھی تھے تو کیا مجبوروں کا یہ انداز ہوتا ہے کہ وہ اپنی تباہی پر جشن مناتے ہیں..... ان کی پیشانیوں پر سوگ و افسوس کی کوئی لکیر پھوٹنے کی بجائے مسرت و شادمانی کے نغمے پھوٹ پڑتے ہیں۔ غرض حکمران اور عوام سب ہی بڑی بے باکی کے ساتھ اپنی خباثتوں میں مگن رہے..... عذاب قریب دیکھ کر بھی اللہ کا خوف ہمارے دلوں میں پیدا نہیں ہوتا..... پھر کافر ہم پر مسلط کیوں نہ ہوں۔ حافظ عبدالغفار الممدنی حفظہ اللہ نے ایک خطبہ جمعہ میں کیا ہی معنی خیز بات کی۔ انہوں نے کہا، کافر ہمیں مارتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں لیکن ہم کہتے ہیں، نہیں ہم مسلمان نہیں، ہم بنیاد پرست نہیں..... ہم تو بڑے لبرل، روشن خیال اور سیکولر ہیں۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے ہی حالات میں سچ فرمایا تھا۔

شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلمان نابود
ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے اہم فریضہ سے پہلو تہی کا عذاب:

ہمارا ایک اور بڑا جرم جس کی وجہ سے ہم عذاب الہی کا شکار ہیں، امر بالمعروف

ونہی عن المنکر کے اہم فریضہ سے پہلو تہی ہے..... اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مسلم اُمہ کا امتیاز ہی یہ بتایا:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾
[آل عمران: ۱۱۰]

”تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے ہی پیدا کی گئی ہے (اس لیے کہ) تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔“

نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَأْمُرَنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ أَوْ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْكُمْ قَوْمًا ثُمَّ تَدْعُوهُمْ فَلَا يُسْتَجَابَ لَكُمْ»

[مسند احمد: ۵/۳۹۰، حدیث: ۲۳۳۲۷]

”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم اچھائیوں کا حکم اور برائیوں کی مخالفت کرتے رہو ورنہ عنقریب اللہ تعالیٰ تم پر کوئی دوسری قوم مسلط کر دے گا پھر گو تم دعائیں کرو لیکن قبول نہ ہوں گی۔“

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ تو کچھلی امتیں بھی جب چھوڑتی تھیں تو ان پر عذاب نازل ہو جاتا تھا جیسا کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ فلاں شہر کو اس کے اہل پرالٹ دے۔ اس نے کہا کہ اے میرے پروردگار! اس میں ایک تیرا بندہ ہے جس نے ایک لمحہ بھی تیری نافرمانی نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”اس کو اور تمام بستی والوں کو الٹ دے۔ میرے دین کے سبب کبھی اس کا چہرہ متغیر نہیں ہوا تھا۔“

اس سے معلوم ہوا کہ محض خود نیک اور پارسا بنے رہنا کافی نہیں بلکہ دوسروں کو برائیوں سے بچانا اور نیکی کی طرف لانا بھی ہر مسلمان پر فرض ہے..... دوسری بات یہ کہ جب اللہ کا عذاب اپنے نافرمانوں پر آتا ہے تو ایسے نیک اور پارسا لوگ بھی بچ نہیں سکتے جو محض راہب اور صوفی بن کر اپنی کٹیا میں ہی گوشہ نشین رہتے ہیں۔ ہمارے ہاں آج کل کسی کو صحیح بات بتائی جائے، شرک و بدعت اور فحاشی وغیرہ سے ہٹانے کی کوشش کی جائے تو لوگ عام طور پر کہتے ہیں کہ چھوڑو یا، کسی سے کیوں الجھتے ہو جو جہاں لگا ہے، لگا رہنے دو۔

تفسیر ابن کثیر میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہود کے ایک ایسے ہی گروہ کی شکلیں مسخ کر کے بندر بنا دیا تھا جنہیں ہفتہ کے دن مچھلی کے شکار سے منع کر دیا گیا تھا لیکن وہ حیلہ کر کے ہفتے کے دن گڑھے کھود کر مچھلیاں جمع کر لیتے اور اتوار کو پکڑ لاتے۔ ان میں بعض نیک دل اور سچے مسلمان انہیں اس حیلہ جوئی سے منع کرتے جبکہ ایک اور گروہ وہ تھا جو مصلحت پسند اور ”زمینی حقائق“ کو

سمجھنے والا تھا۔ وہ دونوں فرقوں کا ساتھ دیتا تھا۔ خود تو شکار نہ کھیتے تھے لیکن شکار کھیلنے والوں کو منع بھی نہ کرتے بلکہ روکنے والوں سے کہتے تھے کہ تم اس قوم کو کیوں وعظ و نصیحت کرتے ہو، تم اپنا فرض بھی ادا کر چکے، انہیں منع کر چکے، جب نہیں رکتے تو انہیں چھوڑو۔ یہ کشمکش جاری رہی اور بالآخر اللہ کا عذاب آیا تو اس کا شکار دونوں گروہ بنے یعنی شکار کرنے والے بھی اور شکار سے منع نہ کرنے والے بھی۔ دونوں ہی کی شکلوں کو مسخ کر کے بندر اور خنزیر بنا دیا گیا۔ ان کی شکلیں انسانوں جیسی اور باقی جسم بندروں جیسا تھا۔ تھوڑی مدت میں وہ سب ہلاک ہو گئے۔ ان کی نسل نہیں ہوئی کیونکہ تین دن سے زیادہ کوئی مسخ شدہ قوم زندہ نہیں رہتی۔ انہی کے بارے میں قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدُوا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ ۝ فَجَعَلْنَاهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَ مَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ﴾ [البقرہ: ۶۵-۶۶]

”یقیناً تمہیں ان لوگوں کا علم بھی ہے جو تم میں سے ہفتہ کے بارے میں حد سے بڑھ گئے اور ہم نے بھی کہہ دیا کہ تم ذلیل بندر بن جاؤ۔ اسے ہم نے اگلے پچھلوں کے لیے عبرت کا سامان بنا دیا۔“

آپ ﷺ کی دعا کے سبب مسلمانوں پر کبھی ایسا عذاب تو نہیں آئے گا کہ ان کا نشان ہی مٹ جائے لیکن امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور دیگر فرائض چھوڑنے کی

وجہ سے چھوٹے عذاب آتے رہیں گے۔

ہمارے علماء اور خطباء عموماً اس فریضہ سے غافل ہیں۔ بڑے بڑے جلسوں سے خطاب کر کے وہ مطمئن ہو جاتے ہیں کہ انہوں نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ ادا کر دیا حالانکہ یہ جلسے دعوت و تبلیغ سے زیادہ مقررین کی ذاتی شہرت اور پارٹیوں کی نمود و نمائش کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ ضروری یہ ہے کہ ہم ہر گھر اور ہر فرد تک اللہ کے دین کی دعوت پہنچائیں۔ سفر میں ہوں یا حضر میں، کوئی موقع دعوت سے خالی نہ جانے دیں۔

اصلاح و تطہیر مایوسیوں کو فتح و نصرت میں بدل دے گی:

اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلسل اشارات آنے کے بعد ضروری ہے کہ ہم اپنی مکمل اصلاح کے لیے کمر بستہ ہو جائیں۔

عالم اسلام کے جس جس گروہ اور جس جس ملک سے جو جو غلطیاں ہوئی ہیں اور اللہ اور رسول ﷺ کی جو جو نافرمانیاں ہوئی ہیں، ان سب کو فی الفور دور کیا جائے۔ ۱۹۲۳ء میں پہلی جنگ عظیم کے بعد کافر طاقتوں کی سازشوں سے خلافت اسلامیہ کی صورت میں مسلمانوں کی مرکزیت ختم کر دی گئی..... اور عالم اسلام ۵۵ کے قریب ملکوں میں تقسیم ہو گیا۔ اب ہر مسلم ملک کے حکمران کا فرض تھا کہ وہ اقتدار کو اللہ کی امانت سمجھتا، اللہ کی زمین پر اللہ کا ہی قانون نافذ کیا جاتا اور پھر آہستہ آہستہ سب مسلم ممالک کو ایک بار پھر خلافت کے پرچم تلے لایا جاتا جس کے ہوتے ہوئے کافر

استعماری ممالک کو اپنے ناپاک عزائم کی تکمیل کی کبھی راہ نہ ملتی تھی۔ لیکن افسوس ایسا نہ ہوا۔ ترکی جو پہلے امت مسلمہ کا قائد تھا، نے دین اور مذہب کو مغرب کی پیروی میں فرد کا پرائیویٹ مسئلہ بنا کر حکومت و ریاست سے ہی باہر کر دیا۔ پاکستان نے برطانیہ کے عطا کیے ہوئے جمہوری نظام کو اسلام کا پیوند لگا کر اپنا آئیڈیل بنانے کی کوشش کی لیکن اس کے نتیجے میں نہ ادھر کا رہا نہ ادھر کا۔ چنانچہ آج پاکستان ایک عرصے سے دو عملی کا شکار ہے۔ شرعی عدالتیں بھی قائم ہیں اور انگریزی عدالتیں بھی چل رہی ہیں۔ زکوٰۃ کا نظام بھی رائج ہے اور سود کی صورت میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ اعلانیہ جنگ بھی جاری ہے۔ اس دو عملی کا سب سے بڑا مظہر ہمارے میڈیا کے پروگرام ہیں۔ موسیقی اور شو بزنس کا گندے سے گندا غیر شرعی پروگرام بھی بسم اللہ پڑھ کر شروع کیا جاتا ہے اور فنکار بھی یہ کہتے پائے جاتے ہیں کہ انہیں اس گندے فیلڈ میں جو کچھ عزت ملی ہے وہ سب اللہ کی عطا کردہ ہے (معاذ اللہ) پھر ہم نے کرپشن سے بھی کوئی شعبہ خالی نہ چھوڑا۔ عربوں کو ہم طعنے دیتے تھے کہ وہ اپنی دولت سے عیاشیاں کرتے ہیں لیکن پاکستانیوں نے قرض کی دولت پر عیاشیوں کے ریکارڈ قائم کیے۔ جب ہم نے قیام پاکستان کے پہلے ۲۵ سال تک اپنی یہ روش نہ بدلی تو اللہ نے آدھا ملک بطور سزا ہم سے لے لیا لیکن افسوس! یہ روش اب بھی جاری ہے بلکہ پہلے سے زیادہ دیدہ دلیری کے ساتھ اللہ اور رسول ﷺ کی مخالفت ہو رہی ہے۔ اس کا نتیجہ ہے کہ ہم ایٹم بم بنا کر بھی غیر محفوظ ہیں اور اب بچے کھچے پاکستان کی باری کی فکر پڑ چکی ہے۔ یہ بات

ہمارے لیے باعث فکر ہونی چاہیے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جب ہم دین سے ہمیں گے تو پھر بڑے سے بڑے وسائل، جدید ترین ہتھیار اور بڑی سے بڑی معاشی ترقی بھی کام نہ آئے گی بلکہ یہی چیزیں ہمارے لیے وبال جان بن جائیں گی جیسا کہ آج تیل اور ایٹم بم کی حفاظت ہمارے لیے مسئلہ بن چکی ہے۔

عرب ممالک عرب ازم اور قومیت پرستی کا شکار

اب ہم عرب ملکوں کی طرف آتے ہیں۔ زیادہ تر عرب ملکوں نے عرب ازم اور قومیت پرستی کو اپنا شعار بنالیا۔ یقیناً بعض عرب حکمرانوں نے تیل کے وسائل کو اپنی ذات کے علاوہ عوام کی فلاح و بہبود کے لیے بھی برابر استعمال کیا، خصوصاً سعودی حکمرانوں نے اپنی عوام کو اس دولت میں پورا پورا شریک کیا ہے۔ حرمین شریفین کی خدمت اور توسیع بھی ان کا بہت بڑا کارنامہ ہے جس پر انہوں نے جی کھول کر خزانہ خرچ کیا۔ سعودی عرب عالم اسلام کی بھی اپنے خزانے سے بھرپور مدد کرتا رہتا ہے۔ پاکستان کو کئی بار تیل کی مفت فراہمی کی گئی جو اب بھی کئی سال سے جاری ہے۔ علاوہ ازیں سعودی عرب نے حدود و تعزیرات کا بھی مکمل نفاذ کیا۔ وہاں مخلوط اداروں یا مخلوط تقریبات کی صورت میں غیر اسلامی مغربی ماحول کو قطعاً پنپنے نہیں دیا گیا..... اتنا کچھ کرنے کے باوجود ان کی دو غلطیاں ان کی ان تمام اچھائیوں پر پانی پھیر دیتی ہیں۔ پہلے نمبر پر اگر سعودی حکمران شورا بیت پرہنی اسلامی خلافت و امارت کے نظام کو ترویج دیتے تو آج اہل مغرب اور ملحد طبقے کو ان پر انگلیاں اٹھانے اور اپنا شیطانی جمہوری

نظام لانے کی بات کرنے کی جرأت نہ ہوتی۔

عرب ممالک کی جہاد سے دوری:

دوسرے نمبر پر جہاد سے دوری ہے۔ اگر سعودی حکمران افغان جہاد کے بعد بھی جہاد کی سرپرستی جاری رکھتے تو اللہ تعالیٰ انہیں زیادہ عزت اور رعب و عظمت عطا کرتا لیکن ان دو غلطیوں کی وجہ سے ان کا اقتدار بھی خطرے میں ہے۔

باقی عرب ملکوں میں تو خاندانی بادشاہت بھی قائم کی گئی اور نظام بھی غیر اسلامی، سیکولر یا اشتراکی نافذ کیے گئے۔ صدام سے بھی یہی غلطی ہوئی..... اس نے گزشتہ ۲۷ سال سے وہاں اپنی خاندانی آمریت قائم کی ہوئی تھی اور بعث پارٹی کی صورت میں ملک میں اشتراکی نظام بھی نافذ کیا ہوا تھا۔ اس نے آخر میں عراقی پرچم پر اللہ اکبر کے الفاظ کا اضافہ کر کے خود کو اسلام پسند باور کرانے کی بھی کوشش کی۔ ہمارے سیکولر حکمرانوں کی جب جان پریشانی ہے اور ان کا اقتدار خطرے میں پڑتا ہے تو آخر میں انہیں اسلام یاد آ جاتا ہے۔ ایوب خاں ساری عمر سیکولر ازم کا داعی رہا لیکن جب بھارت نے ۱۹۶۵ء میں حملہ کر دیا تو پھر وہ کلمہ پڑھ کر بھارتی فوج پر جھپٹنے کی لوگوں کو ترغیب دینے لگا۔ بہر حال صدام کے معاملے میں بھی مسلم امہ نے حسن ظن رکھتے ہوئے اسے اپنی ہمدردی اور حمایت سے نوازا اور یہ اس کا فرض بھی تھا کیونکہ اگر مشرکین کے مقابلے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رومی عیسائیوں کی حمایت کرتے ہوئے ان کے حق میں فتنے کی دعائیں کر سکتے تھے تو پھر صدام کی عالمی کافر طاقتوں کے مقابلے

میں حمایت کیوں نہ کی جاتی..... لیکن ظاہر ہے ایک طرف اسلام کے حق میں صدام کے چند نمائشی اقدامات تھے، پھر پورے ملک میں اس نے اپنے مجسموں کی صورت میں شخصیت پرستی کے غیر اسلامی مظاہر قائم کیے ہوئے تھے، دوسری طرف مسلم امہ مجموعی طور پر غفلتوں اور گمراہیوں میں سر تا پا ڈوبی ہوئی تھی، ان حالات میں اگر کوئی کامیابی مل بھی جاتی تو وہ عارضی ہی ثابت ہوتی۔ پائیدار کامیابی کا امکان تو پہلے ہی کم تھا کیونکہ جب بنیادیں ہی اس قدر کمزور ہوں تو اس پر کوئی عمارت کھڑی ہو بھی جاتی تو وہ زیادہ دیر پھر بھی قائم نہ رہ سکتی۔

ان مسلم حکمرانوں نے کبھی ایک دوسرے کے مسائل کا احساس نہ کیا۔ فلسطین، کشمیر، برما، بوسنیا، چیچنیا کے باسیوں کو کفار کے آگے مرنے کے لیے اکیلا چھوڑ دیا گیا۔ وہ بے چارے پتھروں اور غلیلوں کے ساتھ ٹینکوں اور میزائلوں کا مقابلہ کرتے رہے لیکن یہ ان پر اتنا احسان بھی نہ کر سکے کہ ان کے موقف کی مکمل حمایت ہی کر دیں۔ یہ زیادہ تر غیر جانبدار بنے رہے یا پھر کافروں اور دشمنوں کے موقف کی حمایت کرتے رہے۔ کشمیری، فلسطینی قربانیاں دیتے رہے، یہ اپنی کرسیاں اور اپنے اقتدار مضبوط کرنے اور عیاشیوں میں مست رہے اور چین کی بانسریاں بجاتے رہے۔ پھر یہ خود اب کیسے بچ سکتے ہیں؟ چنانچہ اب سب کا اقتدار خطرے میں ہے۔ اب بھی وقت ہے کہ مسلم امہ اپنی ان تمام انفرادی اور اجتماعی غلطیوں کی فوری اصلاح کرے۔ حالات یقیناً بڑے کٹھن اور افسوسناک ہیں۔ مسلمان باپوسی کی حدوں کو چھوڑ ہے

ہیں لیکن اللہ یہ آزمائشیں اور تکلیفیں اس لیے بھیجتا ہے کہ اس کے بندے سنبھل جائیں۔ ایک بار اس کی طرف سچے دل سے توبہ کرتے ہوئے رجوع کر لیں تو اللہ کی روٹھی ہوئی رحمت و نصرت کو دوبارہ منانا کوئی مشکل نہیں۔ اس کا تو اعلان ہے کہ اگر کوئی ایک قدم اس کی طرف بڑھائے تو وہ دس قدم اس کی طرف بڑھاتا ہے۔ اتحادیوں کو جو عارضی فتح ملی ہوئی ہے، اس کی دنیا بھر میں کوئی اخلاقی حیثیت نہیں۔ وہ بڑی کمزور بنیادوں پر کھڑے ہیں۔ ان کی غنڈہ گردی دنیا بھر میں بے نقاب ہو چکی ہے۔ وہ جیت کر بھی ہارے ہوئے ہیں۔ حقیقتاً بری طرح شکست خوردہ اور ذلت خوردہ ہیں۔ اخلاقی طور پر دیوالیہ شخص کو کسی کے سامنے کھڑے رہنے کی جرأت نہیں ہوتی..... عراقی ہمیں پکارتے رہے، مدد کے لیے بلاتے رہے، انہوں نے تو اپنا فرض اور حق ادا کر دیا۔ اپنے ان کلمہ گو مسلمان بھائیوں کی مدد کرنا ہم پر فرض تھا کیونکہ یہ قرآن کا حکم ہے:

﴿وَإِنْ اسْتَنْصَرُواكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمْ النَّصْرُ﴾ [الانفال: ۷۲]

”اور اگر وہ تم سے دین کے واسطے سے مدد طلب کریں تو تم پر ان کی مدد کرنا لازم ہے۔“

یہود و نصاریٰ سے دوستی کا انجام:

ہمارے یہ عراقی بھائی اب بھی بڑی جرأت کے ساتھ ان شیطانی فوجوں کے خلاف جہاد جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ہمارے لیے ضروری ہے کہ اب اپنی غلطیوں کی

تلافی کرتے ہوئے ان کی ہر ممکن مدد کو پہنچیں۔ غزوہ احد کے بعد مسلمانوں نے اپنی اصلاح کر لی تو پھر مسلسل فتوحات نے دوبارہ ان کے قدم چومے اور بالآخر پورے جزیرہ العرب پر اسلام چھا گیا۔ ہم بھی اپنی مکمل اصلاح کر کے کھڑے ہو جائیں، کفار کے ساتھ دوستیاں لگانا چھوڑ دیں۔ یہ ساری تباہی اسی کا نتیجہ ہے۔ قرآن نے ہمیں صدیوں پہلے بتا دیا تھا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ﴾

[المائدہ: ۵۱]

”اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بنانا۔“

لیکن ہم نے یہ قرآنی حکم نہ مانا اور آج ان کی ”دوستیاں“ سب کے سامنے ہیں۔ صدام نے ایک عیسائی طارق عزیز کو پہلے وزیر خارجہ اور پھر نائب وزیر اعظم بنائے رکھا۔ اب اسے ”گرفتار“ کرنے کی خبریں آئی ہیں لیکن حقیقتاً یہ گرفتاری نہیں بلکہ وہ اپنا بندہ بحفاظت لے گئے ہیں۔ اس کے بارے میں خود اتحادیوں کا کہنا ہے کہ وہ صدام کا بہت قریبی اور بااعتماد درہا ہے اور اس سے بہت سے اہم راز ملیں گے۔ اصل بات یہ ہے کہ وہ پہلے بھی راز دیتا رہا اور اب بھی دے گا۔ یہ سب تباہیاں ایسے ”بااعتماد“ مشیروں کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ قرآنی حکم سچا کیسے نہ ثابت ہو۔ اس کے بارے میں یہ بھی معلوم ہوا کہ اس نے آخر وقت پر ویڈیو سے رابطہ کیا تا کہ اسے عیسائی ہونے کی وجہ سے کچھ نہ کہا جائے۔ علاوہ ازیں اس نے اپنا آخری دورہ بھی ویڈیو کا کیا تھا جو پوپ کا شہر ہے۔ (ڈان ۲۰۰۳-۲۶-۲۶)

اب برطانیہ کے اخبار سنڈے ٹیلی گراف نے انکشاف کر دیا ہے کہ طارق عزیز امریکہ کے لیے جاسوسی کیا کرتے تھے۔ ریڈیو تہران کے مطابق سنڈے ٹیلی گراف نے لکھا ہے کہ طارق عزیز نے مارچ کے مہینے میں امریکی فوجیوں کو صدام حسین اور فوج کے اعلیٰ کمانڈروں کی میٹنگ کے خفیہ مقام کا پتہ بتایا تھا۔

(خبریں ۲۰۰۳ء-۲۷)

غیر مسلم سربراہوں سے تو ہماری دوستیاں ہیں ہی، پاکستان سمیت کئی اسلامی ملکوں میں ہم نے غیر مسلموں کو اہم عہدے اور وزارتیں دی ہوئی ہیں۔ یوں انہیں اپنے راز دے رہے ہیں۔

اب بھی وقت ہے کہ ہم ان ”دوستیوں“ سے باز آ جائیں اور اس کی بجائے اپنی عوام اور فوجوں کو جہاد کے لیے تیار کریں..... ہمارے بجٹ کا سب سے زیادہ حصہ فوج پر خرچ ہوتا ہے لیکن کیا قوم انہیں اتنا پیسہ اپنے اللوں تللوں پر ضائع کرنے کے لیے دیتی ہے۔ کیا مسلم ممالک کے یہ فوجی افسر کچھ کیے بغیر اپنے سینوں پر تمنغے اور میڈل سجانے کے لیے ہیں۔ جب ان جرنیلوں نے مسلمانوں کی جان و مال کی حفاظت ہی نہیں کرنی اور جب وقت پڑے تو پھر دشمن سے زمینی حقائق کے نام پر سودے بازی کر کے اپنی عیاشیوں اور آرام طلبیوں کو تحفظ دے دینا ہے تو ان پر اتنا پیسہ خرچ کرنے کا قوم کو کیا فائدہ؟ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے فوج کے ادارے کو ملک و ملت کے تحفظ کا ذریعہ بنانے کی بجائے اسے بھی اپنے شاندار مستقبل اور کیریئر کا ادارہ بنایا ہوا

ہے۔

آج امریکہ کا تو بہانہ ہے کہ وہ بہت بڑی طاقت ہے، اس سے ٹکرانا ”آ! نیل مجھے مار“ یا نیل سے خود جا کر ٹکرانے والی بات ہے۔ لیکن اے میں کیا ہوا تھا۔ بھارت جیسی تقریباً برابر کی طاقت کے آگے ہمارے جرنیلوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور نوے ہزار فوجیوں کی صورت میں اتنی بڑی فوج کو بھارت کے حوالے کیا جس کی تاریخ اسلام میں مثال نہیں ملتی۔ یہ سب کچھ اس وجہ سے ہوا کہ ہم نے فوج کو ایک جہادی ادارہ نہیں بلکہ دنیاوی ترقی اور عیش طلبی کا ادارہ بنالیا۔ دنیا سے محبت کے نتیجے میں موت سے کراہت اور بزدلی پیدا ہوتی ہے جسے پھر ہم زمینی حقائق کی صورت میں چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ویسے ہمارے یہ جرنیل بہت بہادر بنتے ہیں۔ لیکن ان کی یہ ساری بہادری اپنی غریب اسلام پسند عوام پر چلتی ہے۔ کافروں کے آگے یہ بڑے مصلحت پسند، امن پسند، صلح جو بلکہ بھیگی بلی بن جاتے ہیں۔

آج بھی یہ فوجی حلقے کہتے ہیں کہ بھارت کے ساتھ جنگ چھڑ گئی تو پاکستان دس پندرہ دن سے زیادہ کھڑا نہیں رہ سکے گا۔

آہ! ان سے زیادہ تو عراقی عوام بہادر نکلی۔ صدام کی فوج تو جنگ لڑنے کے لیے زیادہ باہر نکلی ہی نہیں، یہ ساری دنیا جانتی ہے۔ یہ صرف نہتے عراقی عوام ہی تھے کہ جنہوں نے اکیس دن تک شیطانی فوجوں کا راستہ روکے رکھا۔ کاش ان کے ساتھ ایک دو ملکوں کی فوجیں بھی شامل ہو جاتیں تو آج حالات کا نقشہ کچھ اور ہوتا..... پھر امریکہ کو

دوبارہ کسی مسلم ملک پر حملہ کی جرأت نہ ہوتی۔ لیکن ظاہر ہے ہماری فوجیں اسی وقت ہی لڑ سکتی ہیں جب ہم انہیں ایک سیکولر ادارہ بنانے کی بجائے دین اور ملت کے لیے جان نچھاور کرنے والا ادارہ بنائیں..... اگر ہمارے پاس کم طاقت اور کم ٹیکنالوجی کا بہانہ ہے تو پھر اس کی کمی جہادی جذبے سے دور کی جاسکتی ہے۔ دین سے محبت، جنت کی طلب اور شہادت کی چاہت کا جذبہ ہی فوجوں کو لڑنے پر آمادہ کرتا ہے اور اگر کسی فوج سے یہ روح بھی نکال دی جائے تو وہ ایک دن بھی جم کر نہیں لڑ سکتی۔ ۱۷ء کی پاک بھارت جنگ، ۶۷ء کی عرب اسرائیل جنگ اور اب امریکہ عراق جنگ میں ہماری فوجوں کا حال سب کے سامنے ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ دینی و جہادی جذبہ اگر نہ ہو، صرف طاقت اور ٹیکنالوجی میں ہم کافروں سے بالاتر ہو بھی جائیں، تب بھی مسلم فوجیں فتح یاب نہیں ہو سکتیں۔ غزوہ حنین اس کی مثال ہے کہ مسلمان بارہ ہزار ہو کر بھی چار ہزار کافر فوج سے وقتی طور پر شکست کھا گئے کیونکہ مسلمانوں نے تعداد اور قوت پر گھمنڈ کیا تھا، حالانکہ اس سے پہلے غزوہ بدر اور دوسرے معرکوں میں بہت کم تعداد اور کم اسلحے کے ساتھ فتح یاب ہوتے رہے۔

وقت کی اہم ترین ضرورت:

اس لیے آج اگر ہم اپنی بقا چاہتے ہیں تو پھر فوج اور عوام دونوں میں جہادی جذبے کی روح پھونکیں..... اس پھونک سے کافروں کے بڑے بڑے دیئے (ان شاء اللہ) بجھ جائیں گے۔ لیکن ہم تو ملک و ملت کے لیے جان دینے والے مجاہدوں کو خود

ہی دہشت گرد قرار دے رہے ہیں۔ یہ ترک جہاد ہی دراصل آج ہمارے اوپر عذاب الہی کی وجہ ہے۔ ذرا قرآن پاک کی یہ آیت ملاحظہ فرمائیے، جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمْ أَنْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَتَأْتَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ أَرْضَيْتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ۝ إِلَّا تَنْفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَيَسْتَبْدِلَ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّهُ شَيْئًا وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾
[التوبہ: ۳۸-۳۹]

”اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا ہے، تمہیں اللہ کی راہ (جہاد) میں نکلنے کے لیے کہا جاتا ہے تو تم زمین سے چمٹ کر رہ جاتے ہو۔ کیا تم آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگانی پر ہی رتھ گئے ہو؟ جان رکھو دنیا کی زندگی کا سامان آخرت میں بہت کم ثابت ہوگا۔ اگر تم (جہاد) کے لیے نہ اٹھے تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا اور تمہاری جگہ کوئی غیر قوم لے آئے گا اور تم اللہ کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکو گے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔“

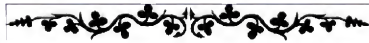
سنجھل اونا مرادی سے کھیلنے والے!

اس لیے آئیے! اللہ کی یہ نافرمانیاں چھوڑ دیں۔ فوج اور عوام دونوں جہاد کے لیے کمر بستہ ہوں اور جہاد کو صرف غیر عسکری قسم کے جہاد تک محدود نہ کریں کیونکہ قرآن و

حدیث میں جہاں بھی جہاد کی بات آئی ہے، اس سے مراد عموماً عسکری جہاد ہی ہوتا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ ہم اپنے گھر اور معاشرے کی بھی مکمل اصلاح کریں۔ انہیں شرک و بدعات اور مغربی تہذیب کے اثرات سے پاک صاف کریں، جھوٹ، چوری، غیبت، کرپشن، قتل، زنا، رشوت، لوٹ مار چھوڑ دیں۔ خود کو عیاشیوں اور فحاشیوں کا خوگر بنانا بند کریں..... لباس، حجامت، چہرہ اسلامی بنائیں، پردے کا پورا اہتمام کریں۔ حلال و حرام کی تمیز کریں۔ منافقتیں ختم کریں۔ تعیشتات چھوڑ دیں۔ بڑی بڑی کوٹھیاں، بلڈنگیں، محلات یہ سب عذاب الہی کو دعوت دیتی ہیں۔ ہم اپنی دولت کا بڑا حصہ گھروں کی تعیشتات، غیر ضروری سجاوٹوں، آرائشوں اور پر تعیش تقریبات پر ضائع کرتے ہیں۔ جس کے پاس جتنی دولت ہے، اللہ کی امانت ہے۔ اس میں غریبوں، مسکینوں اور اللہ کی راہ میں نکلے ہوئے مجاہدوں کا حصہ ہوتا ہے۔ اسے ہم دعوت و جہاد کے کام کو مضبوط کرنے میں خرچ کریں تو اللہ ہمارے وسائل میں اس سے زیادہ اضافہ فرمائے گا۔ ورنہ جب اللہ کا عذاب آتا ہے تو سب سے پہلے یہی بڑی کوٹھیاں اور محلات ہی نشانہ بنتے ہیں اور پھر آخر میں کھنڈر بن کر درس عبرت دے رہی ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سوچنے سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!



اللہ اپنے بندوں کی مدد کب کرتا ہے؟

مولانا محمد یوسف طیبی





اللہ اپنے بندوں کی مدد کب کرتا ہے؟

یہ بات محتاج دلیل نہیں ہے کہ بنی نوع انسان کی ابتداء سے ہی اولیاء الشیطان اور اولیاء الرحمن کا مقابلہ جاری ہے۔ ابلیس اپنے لشکروں کی مدد کرتا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ اپنے مجاہدین کے ساتھ ہوتا ہے۔ نصرت الہی صرف وعدوں کی حد تک نہیں ہے بلکہ آسمان کی آنکھ ایسے بے شمار مناظر دیکھ چکی کہ اللہ تعالیٰ مافوق الفطرت اور مخیر العقول حد تک اپنے برگزیدہ بندوں کی مدد کرتا ہے، کیونکہ وہ تمام کائنات کا خالق و مالک ہے۔ ہر چیز اس کے حکم کی پابند ہے پھر وہ جہاں چاہتا ہے وہاں مدد کرتا ہے اور وہ نہایت غیور ہے اور اس کے ساتھ ساتھ قادر مطلق ہے، اس کی قوت کا کوئی حساب نہیں ہے۔

قوت الہی:

کسی بھی دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے سب سے پہلے اس کے بارے میں معلومات کا ہونا ضروری ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ تو پھر ظاہر اور چھپی ہوئی ہر چیز کو جانتا

ہے۔

﴿وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلْمَتِ
الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ﴾
[الانعام: ۵۹]

”ہر گرنے والے پتے کی اس کو خبر ہے اور زمین کے اندر دانے اور ہر تر و
خشک چیز کا علم اللہ کی کتاب میں موجود ہے۔“
اللہ تعالیٰ علیم بذات الصدور ہے، ہر اوٹ اس کے لیے عیاں ہے، ہر راز اس کے
لیے بیاں ہے۔

ان معلومات کے بعد کسی دشمن کے مقابلے کے لیے عُدّہ و اعداد (تیاری) کی
ضرورت ہوتی ہے۔ افرادی قوت اور ان کی تیاری چاہیے ہوتی ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کا
وصف یہ ہے:

﴿وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾
[الفتح: ۷]
”زمین و آسمان کے سب لشکر اسی کے ہیں۔“

ہوائیں، آوازیں، بارش، دھندلکے، برف، پانی، چڑیاں، غرض ہر چیز اس کا لشکر
ہے، جس سے چاہے کام لے لے اور پھر فرشتوں کی بہتات کا یہ حال ہے کہ رسول
اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَطَّتِ السَّمَاءُ وَحُقَّتْ لَهَا أَنْ تَتَّطَّ مَا فِيهَا مَوْضِعُ أَرْبَعِ أَصَابِعَ
إِلَّا وَمَلَكٌ وَاضِعٌ جَبْهَتَهُ لِلَّهِ سَاجِدًا»

[جامع ترمذی ، کتاب الزهد ، باب ما جاء فی قول النبی ﷺ : ۲۳۱۳ ،

ابن ماجہ ، کتاب الزهد ، باب الحزن والبكاء : ۴۱۹۰]

”آسمان چیختا ہے اور اس کے لیے حق ہے کہ وہ چڑچڑاہٹ کرے کیونکہ آسمان میں چار انگلیوں کے برابر بھی جگہ نہیں جہاں فرشتے اپنی پیشانی اللہ کے لیے سجدہ میں رکھے ہوئے نہ ہوں۔“

اور پھر ان کی طاقت کا اندازہ اس آیت سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ نے فرمایا:

﴿ عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ - ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوَىٰ ﴾ [النجم : ۵-۶]

”آپ ﷺ کو پوری طاقت والے فرشتے نے سکھایا ہے جو زور آور ہے، پھر وہ سیدھا کھڑا ہو گیا۔“

مزید سورہ ہود میں اللہ نے فرشتوں کی طاقت کو اس انداز میں بیان کیا ہے:

﴿ فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَ آمَطَرْنَا عَلَيْهَا

حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ مَّنصُودٍ ﴾ [ہود : ۸۲]

”جب لوط علیہ السلام کی قوم پر ہمارا عذاب آیا تو ہم نے ان کی بستی کو الٹ پلٹ کیا اور ان پر نوکیلے پتھروں کا تہ بہ تہ مینہ برسایا۔“

اور اس سب پر مستزاد یہ کہ وہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے:

﴿ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ﴾

[التحريم : ۶]

”وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے جو وہ ان کو حکم دیتا ہے اور جو ان کو حکم

دیا جاتا ہے اسے وہ کر گزرتے ہیں۔“
 قوم عاد نے کہا تھا کہ ﴿مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً﴾ ”ہم سے بڑی سپر پاور کون سی ہے؟“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً﴾

[فصلت: ۱۵]

”ان کو نظر نہیں آتا کہ جس اللہ نے ان کو پیدا کیا ہے وہ ان سے زیادہ طاقت والا ہے۔“

پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر تیز ہوا کے لشکر کو بھیجا جس نے ان کو ملیا میٹ کر دیا۔
 ﴿وَفِي عَادٍ إِذْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيحَ الْعَقِيمَ ۖ مَا تَدْرُ مِنْ شَيْءٍ
 أَتَتْ عَلَيْهِ إِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرِّمِيمِ﴾

[الذاریات: ۴۲]

”اور عاد کی (قوم کے حال) میں بھی (نشانی ہے) جب ہم نے ان پر
 نامبارک ہوا چلائی۔ وہ جس چیز پر چلتی اس کو ریزہ ریزہ کیے بغیر نہ
 چھوڑتی۔“

پھر بھی حیرت ہے کہ ناچیز بندہ اللہ تعالیٰ کی طاقت کا اقرار نہیں کرتا بلکہ اس کے
 سامنے تکبر کا ارتکاب کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کاش! ظالم غور کریں کہ جب وہ
 عذاب کو دیکھ رہے ہوں گے تو کہیں گے کہ:

﴿أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا﴾

[البقرہ: ۱۶۵]

”طاقت تو ساری اللہ ہی کے پاس ہے۔“

اللہ کے وعدے:

کمال علم و قدرت رکھنے کے باوجود اللہ اپنے بندوں کو مدد کی یقین دہانی کرواتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَ الَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ يَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ ﴾
[غافر: ۵۱]

”ہم ضرور اپنے رسولوں کی مدد کرتے ہیں اور مومنوں کی بھی دنیا میں بھی اور اس دن بھی جس دن گواہ کھڑے کیے جائیں گے۔“
دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿ وَ لَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ وَ إِنَّا جُنَدُنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ ﴾ [الصَّفّت: ۱۷۳]
”ہمارا رسولوں سے پرانا وعدہ ہے کہ وہی مدد کیے ہوئے ہیں اور ہمارا لشکر ہی غالب ہوگا۔“

اسی طرح ایک جگہ ارشاد باری ہے:

﴿ وَ كَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ ﴾ [الروم: ۴۷]
”مومنوں کی مدد کرنا ہم پر فرض ہے۔“

مظاہر نصرت الہی:

اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا:

﴿وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ﴾ [التوبة: ۱۱۱]

”اللہ تعالیٰ سے زیادہ وعدہ میں وفادار کون ہو سکتا ہے؟“

اور تاریخ شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کمزور مسلمانوں کی مدد کی۔ ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے بچا لیا۔ موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات دی۔ بدر و حنین وغیرہ میں فرشتے نازل فرمائے، بلکہ خود بھی حصہ لیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ﴾ [الأنفال: ۱۲]

”اے محمد ﷺ یا فرمائیں جب تیرا رب فرشتوں کو وحی کر رہا تھا کہ میں ہی تمہارے ساتھ ہوں۔“

پس تم مومنوں کو ثابت قدم رکھو، میں کافروں کے دلوں میں رعب ڈالوں گا پھر تم ان کی گردنوں پر مارنا اور ان کے ہر جوڑ پر مارنا۔

جب طائف میں نبی ﷺ پر ظلم کیا گیا، طعن و تشنیع کے ساتھ ساتھ پتھر مارے گئے۔ جسم اطہر سے خون رس رس کر جوتوں میں جم گیا تھا۔ اس حالت میں پہاڑوں کا فرشتہ حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ ﷺ! میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں، اگر آپ ﷺ چاہیں تو ان لوگوں کو دو پہاڑوں کے درمیان پیس کر رکھ دو۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”یا اللہ! انہیں ہدایت عطا کر یہ مجھے نہیں جانتے۔“

اور آپ نے صبر کا مظاہرہ کیا، ان لوگوں کو دل سے معاف کر دیا، اس عفو کا نتیجہ بڑا دور رس برآمد ہوا۔ اسی طائف سے بڑے بڑے مسلمان جرنیل اٹھے۔ جنہوں نے سلطنت اسلامیہ کی حدود میں بہت اضافہ کیا۔ محمد بن قاسم قیام پاکستان کی راہیں ہموار کر گئے، اس کے پیچھے پیارے نبی ﷺ کا جذبہ رحم و عفو پوشیدہ ہے۔ (یاد رہے کہ محمد بن قاسم کا تعلق طائف کے قبیلے بنو ثقیف سے تھا)

اللہ کے بندے سے سلوک:

عمومی طور پر اللہ اپنے بندہ پر رحیم و کریم ہے، شفیق ہے۔ ایک عورت کا بچہ گم ہو گیا پھر مل گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کیا خیال ہے یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں ڈال سکتی ہے۔“ کہا گیا ”نہیں“ تب آپ ﷺ نے فرمایا:

« اَللّٰهُ اَرْحَمُ مِنْ هٰذِهِ بَوَّلَدَهَا »

”اللہ اس عورت سے بھی زیادہ اپنی مخلوق پر رحم کرنے والا ہے۔“

لیکن چونکہ یہ دنیا دار کا امتحان ہے لہذا یہاں پر اللہ تعالیٰ بندہ سے ویسا ہی سلوک کرتا ہے، جیسا کہ وہ کرتا ہے۔ تاہم اگر بندہ اچھا سلوک کرے تو اللہ تعالیٰ اس سے بڑھ کر بہتر سلوک کرتا ہے۔ چند مثالیں عرض خدمت ہیں، ارشاد ربانی ہے:

﴿ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ﴾

”انہوں نے اللہ کو بھلا دیا اللہ تعالیٰ نے ان کو بھلا دیا۔“

﴿ قَالَ كَذَلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيَتْهَا وَكَذَلِكَ الْيَوْمَ تُنْسَى ﴾

[ظلہ: ۱۲۶]

”اس طرح تیرے پاس ہماری آیات آتی رہیں اور تم نے ان کو بھلا دیا۔

اسی طرح (روز قیامت) آج ہم نے تم کو بھلا دیا۔“

تو ثابت ہوا کہ جو آدمی رب ذوالجلال سے روگردانی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ یہی سلوک کرتا ہے۔

دوسری طرف اگر بندہ اللہ کو الگ بیٹھ کر یاد کرتا ہے تو اللہ بھی بندے کو الگ سے یاد کرتا ہے اور اگر بندہ اپنے رب کا ذکر لوگوں کو جمع کر کے کرتا ہے تو اللہ بھی پاک فرشتوں کو جمع کر کے اس کے تذکرے کرتا ہے۔

بلکہ اللہ تعالیٰ نے حدیث قدسی میں تو یوں فرمایا ہے کہ:

« أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي وَأَنَا مَعَهُ إِذَا ذَكَرَنِي فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَأٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَأٍ خَيْرٍ مِنْهُمْ وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ شَبِيرًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا وَإِنْ تَقَرَّبَا إِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ بَاعًا وَإِنْ أَتَانِي يَمْسِي أَتَيْتُهُ هَرُولَةً »

[صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ و يحذرکم اللہ : ۷۴۰۵ و صحیح مسلم کتاب الذکر و الدعاء، باب الحث علی ذکر اللہ.....: ۲۶۷۵]

”میں اپنے بندے کے گمان کے بھی قریب ہوں اور جب وہ مجھے یاد کرتا

ہے تو میں اس کے پاس ہوتا ہوں۔ اگر وہ اپنے دل میں مجھے یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ کسی مجلس میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس سے بہتر لوگوں کی مجلس میں اس کا ذکر کرتا ہوں اور اگر بندہ ایک بالشت میری طرف آتا ہے تو میں ایک قدم اس کی طرف آتا ہوں اور اگر ایک ہاتھ میری طرف آتا ہے تو میں دو ہاتھ اس کی طرف بڑھتا ہوں اور اگر بندہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف بھاگتا چلا آتا ہوں۔“

اگر بندہ اپنے رب یا مومنوں سے نعوذ باللہ مذاق کرتا ہے تو اللہ بھی اس کا اسی انداز سے جواب دیتا ہے:

﴿وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزَءُونَ ۚ اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ﴾
[البقرہ: ۱۴-۱۵]

”اور یہ لوگ جب مومنوں سے ملتے ہیں تو کہتے کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب اپنے شیطانوں میں جاتے ہیں تو (ان سے) سے کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں اور (پیروان محمد ﷺ سے) تو ہم ہنسی کیا کرتے ہیں ان (منافقوں) سے اللہ ہنسی کرتا ہے۔“

﴿يُخَدِّعُونَ اللَّهَ وَالدِّينَ آمَنُوا وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ﴾
[البقرہ: ۹]

”وہ اللہ تعالیٰ اور مومنوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں حقیقت میں تو وہ صرف اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہوتے ہیں اور وہ اس کی سمجھ بھی نہیں رکھتے۔“
اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خٰدِعُهُمْ﴾ [النساء: ۱۴۲]

”وہ اللہ سے دھوکا کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ اللہ ان سے دھوکا کرنے والا ہے۔“

لیکن اس کے مقابلہ میں اگر بندہ اپنے رب کے دین کی حفاظت کرے تو اللہ بھی اس کی حفاظت کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا:

«يَا غُلَامُ! اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ اِمَامَكَ تَعْرِفْ اِلَيْهِ فِي الرَّخَاءِ يَعْرِفْكَ فِي الشَّدَّةِ.....»

[مسند احمد: ۱/۳۰۷]

”اے بچے! تم اللہ کی حفاظت کرو..... اللہ تمہاری حفاظت کرے گا اور اللہ کی حفاظت کرو تم (مصیبتوں میں) اس کو سامنے پاؤ گے۔ بھلے دنوں میں اللہ کو پہچانو، اللہ مصائب میں تمہیں پہچانے گا۔“

اس طرح اللہ کی مدد کی جائے تو اللہ اس کا جواب بہت بڑی مدد کے ساتھ دیتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

﴿اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ﴾

[سورة محمد: ۷]

”اگر تم اللہ تعالیٰ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور وہ تمہیں ثابت قدمی عطا کرے گا۔“

نصرت الہی کے اسباب و شروط:

جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ اللہ کی مدد بھی آتی ہے کہ اللہ کے دین کی مدد کی جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهِ﴾ [آل عمران: ۱۶۰]

”اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں آ سکتا اور اگر اللہ تعالیٰ تمہارا ساتھ چھوڑ دے تو بتلاؤ کون ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کر سکے گا؟“

ذیل میں ہم اللہ کی مدد کے کچھ اسباب و شروط ذکر کرتے ہیں۔

① اللہ کے دین کی مدد:

سابقہ نصوص سے ثابت ہو چکا کہ اللہ کے دین کی مدد کرنے سے اللہ بندوں کی مدد کرتا ہے اور اگر اللہ کے دین کی نصرت کی بجائے اپنی ترجیحات قوم، ملک، وطن کو بنالیا جائے تو اللہ کی مدد رک جاتی ہے۔ کافر مسلمان کو نہتا کر کے مارتے ہیں۔ اگرچہ وہ وطن و ملک اسلامی ہی کیوں نہ ہو، کسی بھی سرزمین کی اہمیت اس پر نافذ ہونے والے اسلام کی وجہ سے ہوتی ہے۔ جس قدر اللہ تعالیٰ کا قانون لاگو کیا جائے گا اسی

قد وہ خطہ زمین اللہ کو محبوب تر ہوتا جائے گا۔

۲ ایمان باللہ:

اللہ کی مدد کے نزول کے لیے اہم شرط یہ ہے کہ بندہ میں ایمان موجود ہو، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾

[آل عمران: ۱۳۹]

”کمزور نہ بنو اور نہ ہی غم کھاؤ اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔“

ایمان سے مراد عقائد کی درستی بھی ہے اور ایمان کی محبت بھی۔ یہ محبت ہی ہے جو ایماندار کو گھر سے نکال باہر کرتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

«تَضَمَّنَ اللَّهُ لِمَنْ خَرَجَ فِي سَبِيلِهِ لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا جِهَادًا فِي سَبِيلِي، وَ إِيْمَانًا بِي، وَ تَصَدِيقًا بِرُسُلِي فَهُوَ عَلَى ضَامِنٍ أَنْ أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ»

[صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل الجہاد و الخروج: ۱۸۷۶]

”اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی ضمانت دی ہے جو اللہ کے راستہ میں نکلتا ہے،

اس کو صرف جہاد فی سبیل اللہ اور اللہ پر ایمان اور رسولوں کی تصدیق ہی

باہر نکالتی ہے کہ اللہ اس کو جنت میں داخل کرے گا۔“

تو وہ ایمان جو نصرت الہی کا مستوجب ہوتا ہے وہ بندے کو گھر سے نکلنے پر مجبور

بھی کر دیتا ہے اور وہ مال و جان، اولاد، کاروبار قربان کرنے سے گریز نہیں کرتا۔ یہی وہ ایمان ہے کہ جس کے رشتہ کی وجہ سے وہ سمندر پار بہن، بیٹی کو اپنی بیٹی تصور کرتے ہوئے ان کے لیے نکل کھڑا ہوتا ہے اور طاغوت کی کھینچی ہوئی لکیروں اور حدود و قیود میں مقید نہیں ہوتا۔ اس طرح کے ایمان والوں کو غلبہ ملا کرتا ہے اور ایسے وفادار کو اللہ بے یار و مددگار نہیں چھوڑا کرتا۔

۴) قتال فی سبیل اللہ:

قتال فی سبیل اللہ، اللہ کی مدد کو کھینچ لانے کا سبب بنتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ بدر کے میدان میں اپنی جمع پونجی ۳۱۳ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو لے کر قتال کرنے کے لیے میدان میں اترے، اللہ تعالیٰ سے دعائیں بھی کیں، اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار دشمن کے مقابلہ کے لیے پانچ ہزار فرشتوں کا لشکر روانہ فرمایا اور خود بھی حصہ لیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِيهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ

وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ ﴾ [التوبة: ۱۴]

”ان کے ساتھ قتال کرو۔ (اس کے چار فوائد ہوں گے) اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں عذاب دے گا، ان کو ذلیل کرے گا، تمہاری مدد کرے گا اور مومنوں کے سینہ کو شفا دے گا۔“

یہ سب فوائد قتال کے ہیں لیکن اگر طاقت کے باوجود قتال سے روگردانی کی

جائے بلکہ قتال و مجاہدین کی مخالفت یا حوصلہ شکنی کی جائے اور دعائیں یہ ہوں کہ اے اللہ! دشمن کی توپوں میں کیڑے ڈال دے تو اس طرح اللہ کی مدد نہیں آتی بلکہ اللہ کی مدد و رحمت تو اس وقت جوش میں آتی ہے جب نیتے تین سو تیرہ میدان سجائے کھڑے ہوں اور دعا یہ ہو:

”اے اللہ! اگر یہ جماعت قتل ہوگئی تو تیری کبھی عبادت نہیں کی جائے گی۔“

۴) امتحان پاس کرنا:

اللہ کی مدد ایک انعام ہے، جو امتحان کے بعد پاس ہونے والوں کو ملتا ہے اور یہ اللہ کی سنت و فطرت ہے۔ قاعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ امتحان کے بعد مدد نازل کرتا ہے اور جتنا ایمان مضبوط ہو، اتنا ہی امتحان کڑا ہوتا ہے اور اس پر صبر و استقامت دکھانے والوں کو اتنی ہی بڑی مدد ملتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ وَإِنَّ الْفَرْجَ مَعَ الْكُرْبِ»

[مسند احمد: ۱/۳۰۷]

”مدد صبر کے ساتھ ہوتی ہے اور کشادگی مصائب کے بعد ہوتی ہے۔“

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّىٰ نَعْلَمَ الْمُجْتَهِدِينَ مِنْكُمْ وَ الصَّابِرِينَ وَنَبْلُوَنَّكُمْ أَوْحِبَارَكُمْ﴾

[محمد: ۳۱]

”ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے حتیٰ کہ تم میں مجاہدین اور صبر کرنے والوں کو پہچان لیں۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّكُمْ مُصِيبُونَ وَ مَنْصُورُونَ وَ مَفْتُوحٌ لَّكُمْ فَمَنْ أَدْرَكَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَلْيَتَّقِ اللَّهَ»
[مسند احمد: ۱/۳۸۹]

”اے عبد اللہ بن مسعود! تم پر مصائب آئیں گے، پھر تمہاری مدد کی جائے گی پھر فتوحات ملیں گی۔ جس پر وہ دن آجائیں، اس کو اللہ سے ڈرنا چاہیے۔“

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”ہم نے مکہ کے کافروں کے ظلم کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ ﷺ سے شکایت کی۔ آپ کعبہ کے سایہ میں بیٹھے تھے۔ ہم نے کہا آپ ﷺ ہمارے لیے اللہ سے مدد کیوں طلب نہیں فرماتے، آپ ہمارے لیے دعائیں کیوں نہیں فرماتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

”تم سے پہلے مسلمانوں کو لایا جاتا۔ گڑھا کھود کر گاڑ دیا جاتا پھر آری کے ساتھ چیر پھاڑ دیا جاتا اور لوہے کی کنگھی کے ساتھ گوشت اور ہڈیاں الگ کر دی جاتیں۔ اس کے باوجود وہ دین پر قائم رہتا۔“

«وَاللَّهِ لَيُتِمَّنَّ هَذَا الْأَمْرَ حَتَّى يَسِيرَ الرَّكَبُ مِنْ صَنْعَاءَ إِلَى حَضْرَمَوْتَ لَا يَخَافُ إِلَّا اللَّهَ أَوِ الذُّبَّ عَلَى غَنَمِهِ، وَلَكِنَّكُمْ

تَسْتَعْجِلُونَ»

[صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الاسلام
حدیث: ۳۶۱۲]

”اللہ کی قسم ہے! اللہ اس معاملہ کو پورا کر کے چھوڑے گا۔ حتیٰ کہ مسافر صنعاء
(یمن) سے حضر موت تک چلے گا، اس کو اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ ہوگا اور
نہ ہی بھیڑیے کا خوف بکریوں پر لیکن تم جلد باز ہو۔“
رب ذوالجلال نے قرآن حکیم میں فرمایا:

﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُدْخِلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا
مِنْ قَبْلِكُمْ مَسْتَكِبِّهِمُ الْبِأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّى يَقُولَ
الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصُرُ اللَّهُ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ
قَرِيبٌ﴾ [البقرہ: ۲۱۴]

”کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ تم ایسے ہی جنت میں چلے جاؤ گے اور حالانکہ ابھی
تک تمہارے پاس سابقہ مسلمانوں کی مثالیں نہیں آئیں۔ ان کو مصیبتیں،
بلائیں پہنچیں اور ہلا کر رکھ دیا گیا، حتیٰ کہ اللہ کے رسول ﷺ مومن یہ پکار
اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی، خبردار اللہ کی مدد قریب ہے۔“
دوسری آیت مبارکہ میں ہے۔

﴿وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلَىٰ مَا كُذِّبُوا وَ
أُودُوا حَتَّىٰ أَنَّهُمْ نَصَرْنَا﴾ [الانعام: ۳۴/۶]

”البتہ آپ سے پہلے رسولوں کو بھی جھٹلایا گیا اور انہوں نے صبر کیا اس بات پہ کہ وہ جھٹلائے گئے اور ایذا دیے گئے حتیٰ کہ ہماری مدد آگئی۔“

﴿لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَتِ اللَّهِ﴾ [الانعام: ۳۴]
 ”اللہ کی لکھت نہیں بدلتی۔“

ان تمام نصوص سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ اللہ کی سنت و فطرت ہے جو بدلتی نہیں کہ اللہ کی مدد آزمائشوں کے بعد ہی آتی ہے۔ لہذا! اللہ کی راہ میں مصائب دیکھ کر گھبرانے کی بجائے خوش ہونا چاہیے کہ اللہ کی مدد کے آثار نظر آ گئے اور یہ اللہ کی بندے سے محبت کی نشانی ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

«مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُصِبْ مِنْهُ»

[صحیح البخاری، کتاب المرض، باب ما جاء فی کفارة المرض،
 حدیث: ۵۶۴۵]

”اللہ جس سے خیر چاہتا ہے اسے آزمائش میں ڈال دیتا ہے۔“
 ان حالات میں پریشان وہ ہوتے ہیں جو جلد باز ہوں۔

⑤ **ضعفاء و فقراء کی مدد کرنا:**

نصرت الہی کا ایک وسیلہ یہ بھی ہے کہ اپنے اندر موجود کمزور لوگوں کو ایٹام، بیوگان، فقراء، مساکین کا خیال رکھا جائے۔ ان کی کفالت کی جائے، مسافرین، طالبان علم اور محتاج لوگوں کا خیال رکھا جائے، تو اس سے اللہ کی مدد بھی آتی ہے اور رزق میں بھی

اضافہ ہوتا ہے۔ حدیث نبوی ہے:

«إِنَّكُمْ تَنْصَرُونَ وَ تُرْزَقُونَ بِضُعْفَاءِ كُمْ»

[صحیح البخاری ، کتاب الجہاد ، باب ۷۶:]

”تم صرف کمزور لوگوں کی وجہ سے رزق دیے جاتے ہو اور مدد کیے جاتے ہو۔“

اگر کوئی مہمان یا غریب طالب علم یا مجاہد کھانا گھر سے کھا جاتا ہے تو یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ میرا نقصان ہو گیا بلکہ وہ کھانا اسی کا تھا۔ تبھی تو وہ کھا گیا، میرا ہوتا تو نہ کھاتا۔ صرف اللہ نے میری تنخواہ میں اس کا کھانا ڈال دیا تاکہ مجھے آزمائے۔

نصرت الہی اور جہاد افغان:

آج یہ سوال پیدا ہو رہا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ کتنے ہی مخلص لوگ دنیا کے مختلف حصوں میں غلبہ دین اور مظلومین کے لیے کام کر رہے ہیں اور یہ کہ مسلمان جگہ جگہ پٹ رہے ہیں۔ اللہ کی مدد کیوں نہیں آتی؟ اس کا جواب دو حصوں میں ہے۔

- ۱۔ یہ سوال ہی غلط ہے کہ اللہ کی مدد نہیں آتی ہے بلکہ بہت آتی ہے۔
- ۲۔ دوسرے یہ کہ بدرو حنین جیسی مدد نہ آنے کے کئی اسباب ہیں ان کا تذکرہ ہم بعد میں کریں گے۔

افغانستان میں اللہ کی بہت مدد آئی۔ آج یورپ کے عوام اسلام کو بہت پڑھ رہے ہیں۔ وہ کون سا نظریہ حیات ہے جو نہتے لوگوں کو امریکہ جیسے بھیڑیے کے مقابلہ میں

کھڑے ہونے کی جرأت عطا کرتا ہے۔ مگر مسلمانوں کا عالم کفر والحاد کے اتحاد کے خلاف کھڑے ہونا، چار ماہ سے زائد کلکسٹر، ڈیزی کٹر، نیپام اور کروڑ بہوں، میزائلوں کی بارش تلے جسے رہنا اللہ کی مدد کے بغیر کیسے ممکن تھا؟ خود عالم کفر حیران تھا کہ کیا ہو رہا ہے؟ پھر اس کے بعد ڈالروں کی بوچھاڑ ہوئی جس سے مجاہدین کو محفوظ ٹھکانوں میں سمٹ جانا پڑا۔

آج محتاط ترین اندازے کے مطابق اتحادی غنڈوں کے مرداروں کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ ہے۔ ساڑھے چار ہزار اور چھ ہزار کا عدد بھی گھوم رہا ہے۔ جبکہ مجاہدین شہداء کی تعداد اس سے کم ہے، اگرچہ عوام مسلمانوں کی شہادتیں بہت ہوئیں۔ نتائج کے اعتبار سے دیکھ لیں عالم کفر کا اتحاد ابھی تک اپنے اہداف پورے نہیں کر سکا اور روس و چین خاموش تماشائی نہ جانے وہ کس مناسب موقع کی تلاش میں ہیں۔ اتحادیوں پر جوابی حملے شروع ہو چکے ہیں۔ جہاز و ہیلی کاپٹر گر رہے ہیں لیکن ”فنی خرابی“ کی نذر کر دیے جاتے ہیں لیکن یہ خرابی اتنی لمبی نہیں کی جاسکتی جتنا لمبا پروگرام مجاہدین بنا رہے ہیں۔ حالیہ جہاد میں مٹھی بھر نہتے جانبازوں کے خلاف دنیا کے بڑے بڑے ”جگے“ اکیلے نہیں لڑ سکے بلکہ جنگ شروع کرنے سے پہلے کتنا ٹائم اتحاد بنانے پر لگا۔ برسوں پہلے نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا:

﴿نَصْرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ﴾

[صحیح بخاری، کتاب التیمم، باب، حدیث: ۳۳۵]

”ایک مہینہ کی مسافت سے بھی میرا رب دشمن پر جاتا ہے۔“

یہ بھی اللہ کی مدد ہے۔ آج ظالم اتحادیوں پر مجاہدین کا اتنا رعب ہے کہ ملکوں کے ملک لڑتے ہیں اور چند مجاہدین کو قید کر کے لے جانے کے لیے ان کو زنجیر پہنانے، کان و آنکھیں بند کرنے کے باوجود، دو، دو فوجیوں کے سپرہ کے باوجود ان کو نیم بیہوش کر کے منتقل کیا جاتا ہے۔ یہ رعب بھی اللہ کی مدد کی ایک شکل ہے۔ دشمن پر رعب کا یہ عالم ہے کہ عرب ممالک سے اپنی فوجیں نکالنے کی دھمکیاں مل رہی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دشمن اپنے زخم چاٹ رہا ہے۔ سوچ رہا ہے کہ نہ تو مجاہدین کا نیٹ ورک ختم ہوا ہے بلکہ چند شہداء کے علاوہ تمام عرب مجاہدین امریکہ کی نفرت سے جلتے ہوئے سینے لے کر واپس وطن پہنچ چکے ہیں، جن کے خطرے سے اب فوجیں واپس لے جانے کی باتیں ہو رہی ہیں۔

عید الفطر کے بعد بی بی سی کی عربی سروس میں ایک امریکی کمانڈر کا بیان نشر کیا گیا۔ اس نے بتایا کہ ہمیں دو مختلف واقعات میں ایک مجاہد اور ایک اونٹ نظر آیا۔ میں نے لیزر گن کے ساتھ اور دوسرے ساتھیوں نے بھی ان پر فائر کیا، ان کو ہم نے گرتے ہوئے بھی دیکھا مگر ڈھونڈنے پر بھی کہیں ان کی نعش نہیں ملی۔ دوسرے یہ کہ جنگ و جدال میں اونچ نیچ ہوتی رہتی ہے، جب روسیوں کے خلاف جہاد ہوا تو ابتدائی سال ایسے ہی تھے۔ مجاہدین نہتے تھے، کلہاڑوں کے ساتھ مقابلہ کرتے تھے، اور جب ان کی آزمائش و ابتلاء کا کورس پورا ہوا تو اللہ کی مدد کے دروازے کھل گئے۔ پھر آسمان نے دیکھا کہ ان مٹھی بھر مجاہدین کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے روس کی پانچ لاکھ آرمی کو

شکست و ریخت سے دوچار کیا، حالانکہ مقابلہ میں ایک طیارہ بھی نہیں اڑایا گیا۔ اس حساب سے ابھی ابتداء کا دور چل رہا ہے اور اللہ تعالیٰ تسلیاں دیتا ہے:

﴿إِنْ يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهُ وَ تِلْكَ الْآيَاتُ

نُذِرُ لَهَا بَيْنَ النَّاسِ﴾ [آل عمران: ۱۴۰/۳]

”اور تم کمزوری نہ دکھاؤ اور غم بھی نہ کرو۔ تم ہی اوپر رہو گے اگر تم مومن ہو۔ اگر تمہیں زخم لگے ہیں تو (کوئی بات نہیں) ان کو بھی زخم لگے ہیں یہ تو اللہ تعالیٰ دن پھیرتا رہتا ہے۔“

اس کے بعد اپنی واضح مدد کی تاخیر کی حکمتیں بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۝ لِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِينَ﴾ [آل عمران: ۱۴۰/۳-۱۴۱]

”اور تاکہ اللہ مومنوں کا ایمان پرکھے اور تم میں سے (وی آئی پی یعنی خصوصی مہمان) شہداء کا چناؤ کر سکے اور اسلام کے ظاہری اور وقتی غلبہ سے پریشان نہ ہونا اور ظالموں کو اللہ قطعاً پسند نہیں کرتا اور تاکہ مومنوں کا امتحان لے سکے اور کافروں کو مٹا ڈالے۔“

ان مقاصد و عالی حکمتوں کی وجہ سے اللہ رب العزت نے جو محمد رسول اللہ ﷺ اور ان کے پاک باز صحابہ کو بھی وقتی ہزیمت سے دوچار کیا۔

بدر و حنین جیسی مدد:

رہی یہ بات کہ آج مسلمانوں پر عہد نبوی والی مدد کیوں نہیں ہوتی، وجہ عرض کہ ہم ابھی بہت پیچھے ہیں، شاعر کہتا ہے ۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

حقیقت یہی ہے کہ اگر وہ والی فضا پیدا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ بھی وہی ہے جو وعدے وفا کر کے دکھائے گا۔ اگر احد کے میدان میں بھی بعض صحابہ کی ایک اجتہادی غلطی کی وجہ سے فتح ہار میں بدل سکتی ہے تو آج کے مسلمان میں تو اتنی غلطیاں ہیں کہ غلط کو غلط کہنے کا احساس ختم ہوتا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نصرت کے لیے ﴿إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ کی شرط لگائی ہے۔ پہلے آئیے! دیکھیں کہ ہمارے ایمان و اعتقاد کا کیا حال ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک صحابی اپنی لونڈی لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اس کو میں آزاد کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے اس کا امتحان لیتے ہوئے فرمایا! ”اللہ کہاں ہے؟“ بولی ”آسمانوں میں۔“ پھر دریافت فرمایا ”میں کون ہوں؟“ بولی ”آپ اللہ کے رسول ﷺ ہیں“ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿أَعْتَقَهَا فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ﴾

”اس کو آزاد کر دو یہ مومنہ ہے۔“

اور اگر یہی پرچہ پاک و ہند و افغانستان کے مسلمانوں کے سامنے رکھا جائے تو

۹۰ فیصد مسلمان فیل ہو جائیں۔ کسی کا اللہ دموں میں گھسا ہوا ہے۔ کسی کا چاند تاروں اور مرغزاروں میں ہے اور کسی کا ہر جائی اور کسی کو پتہ ہی نہیں۔ آج ہماری اکثریت تو ہم پرست ہے اور جہاں تک اسلام کی عملی صورت حال کا تعلق ہے تو الامان والحفیظہ جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں

یاد رکھیں! اللہ انسانوں کے ساتھ من حیث الامۃ ڈیل کرتا ہے نہ کہ فرداً فرداً۔ سکول کا ٹیچر اگر بچوں کو شرارتیں کرتا دیکھے تو سب کو مرغا بنا دیتا ہے حالانکہ ممکن ہے کوئی بے قصور بھی ہو۔ اب سوچنے کا مقام ہے کہ یہ تو ہم سوال کرتے ہیں کہ مدد کیوں نہیں آرہی لیکن کیا ہم نے غور کیا ہے کہ ہم نے جہاد فی سبیل اللہ کو دبا ہی لیا ہے؟ علماء بھی سوچیں عوام بھی، حاکم بھی اور محکوم بھی۔ شریعت یہ کہتی ہے کہ جب کسی مسلمان علاقے پر کفر یلغار کرے تو قریب قریب کے سب مسلمانوں پر جہاد طرح واجب ہوتا ہے۔ جہاد شروع ہوا تو ہم سے کتنے لوگ وہاں گئے ہیں۔ اگر پاکستان کی پندرہ بیس کروڑ آبادی میں سے چالیس لاکھ ہی نوجوانوں وہاں گئے ہوتے تو کیا کافر اسی طرح مسلمانوں کو کچلتا چلا جاتا اور جہاں تک مالی امداد کا تعلق ہے تو اپنی زکوٰۃ کا نہ جانے کتنا حصہ مجاہدین کو دے کر ہم اپنا یہ پوچھنے کا حق محفوظ رکھتے ہیں کہ مجاہدین نے میدان ابھی کیوں نہیں مارا۔ حقیقت میں یہ سب مصائب ہمارے گناہوں کا نتیجہ ہیں اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ ضرورت اس بات کی ہے ہم دین حنیف کی طرف لوٹیں۔ تیاری کریں چار دن ایمان و غیرت اور آزادی کی قسطیں دے دے کر اور سود کی قسطیں دے

دے کر جنگ کو لیٹ تو کیا جاسکتا ہے ختم نہیں کیا جاسکتا۔ بوسنیا اور کسوا کے نہتے مسلمانوں کی ہڈیاں بول بول کر پکا رہی ہیں کہاں کھو گئے ہو مسلمانو!



آسمانی مدد کا موسم اور ہماری ذمہ داری

ابوسعدا احسان الحق شہباز



محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ



آسمانی مدد کا موسم اور ہماری ذمہ داری

﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ﴾
[خم السجدة : ۴۱ / ۳۰]

”جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر وہ اس پر قائم رہے، ان پر فرشتے اتریں گے اور کہیں گے کہ نہ خوف کرو اور نہ غم ناک ہو اور بہشت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے، خوشی مناؤ۔“

ازل ہی سے اہل ایمان سے صرف ایمان کی بنیاد پر دشمنی کی جاتی رہی ہے۔ جب بھی اس دنیا میں یہ آواز بلند ہوئی کہ اس کائنات کا رب اللہ ہے، زمین و آسمان اس کے پیدا کردہ ہیں اور ساری مخلوقات کا خالق وہی ہے، اس نے انسانوں کو پیدا کیا اور انکے رہنے سہنے اور کھانے پینے کے اسباب پیدا فرمائے، بے شمار نعمتوں کو عطا کرنے والا وہی ہے۔ لہذا! اسی کا یہ حق ہے کہ اس کائنات میں اس کا حکم چلے، اسی کی

عبادت ہو، اس کے ساتھ شرک نہ ہو۔ سب لوگ اس سے محبت کریں اور اس کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کریں تو دنیا میں شیطان اور اس کے ایجنٹوں نے ایسے حق والوں پر مختلف قسم کے الزامات لگا کر جھوٹے پراپیگنڈے کے زور پر لوگوں کو غلط گائیڈ کر کے ان کے خلاف ابھارا اور ان سے دشمنیاں کیں۔

آپ انبیائے کرام کی زندگیوں پر نظر ڈالیں ان کے کردار اور اخلاق میں کوئی کمزوری نہیں ملے گی۔ کوئی جرم کوئی عیب ان کی ساری ساری زندگیوں میں نہیں مل سکے گا۔ بلکہ وہ اعلیٰ اخلاق اور بلند کردار کے عظیم مینار اور انسانی ہمدردی و خیر خواہی کے روشن چراغ نظر آئیں گے۔ مگر ایمان کی بنیاد پر شیطانی ٹولے نے ان پاکباز شخصیتوں سے بھی دشمنی کی اور ان کے قتل کے درپے ہوئے اور سو فیصد جھوٹے پراپیگنڈے کر کے ان کی مخالفت کرتے رہے اور لوگوں کو اس عظیم علم سے، اس کائنات کا رب اللہ ہے لہذا! اسی کا حق ہے کہ اس کا دین اس دنیا پر غالب ہو اور اس کی نافرمانی نہ ہو، اندھیروں میں رکھتے رہے۔

ان پاکباز اور اعلیٰ اخلاق و کردار پیغمبروں سے دشمنی کرنے والے ایسے گندے اور ذلیل لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمن، انسانیت کا دشمن آگ کی طرف بلانے والے لیڈر و حکمران قرار دیتے ہوئے زمین پر چلنے والی تمام مخلوقات سے بدتر قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ ان کا مقصد صرف اپنی خواہشات کی پیروی ہے اور ان کی زندگی جہالت و گمراہی پر مبنی ہے۔

وہ دشمنی چونکہ صرف ایمان کی بنیاد پر تھی۔ اس لیے اہل ایمان کو ایسے موقع پر ڈٹ جانے کا حکم دیا گیا اور شیطان اور اس کے ایجنٹوں کے مقابلے پر ان کے الزامات، جھوٹے پراپیگنڈے، تحقیر و تذلیل کے منصوبے ان سب کے خلاف صرف اس بنیاد پر کہ ”ہمارا رب اللہ ہے، ہم نے اسی کی اطاعت و عبادت کرنا ہے، اسی کے حکم پر چلنا ہے، اسی کے دین کو قائم رکھنا ہے، ڈٹ جانے کا حکم دیا گیا اور صرف خود ہی ڈٹ جانے کا حکم نہیں بلکہ ”اسْتَقَامُوا“ عربی گرائمر کے اعتبار سے باب استفعال ہے جس میں عموماً ”مد“ طلب کے معنی و مفہوم میں مراد ہوتا ہے۔ یہ لفظ بیان کر کے گویا تقاضا کیا گیا کہ دوسروں کو بھی اس قول اور منہج پر قائم رکھو۔ ادھر وہ جھوٹ بولیں جھوٹے پراپیگنڈے کریں اور مایوسیاں پھیلانے کی کوشش کریں، بندوں کا رب پر اعتماد و یقین کمزور کرنا چاہیں، ادھر تم دعوت کا کام تیز کر دو رب کی قدرتوں اور طاقتوں کے تذکرے کر کے، اس دنیا میں پہلے اہل ایمان کو اللہ نے کیسے کیسے اپنی مدد بھیج کر غالب کیا اور کفر کی طاقتوں کو برباد کیا یہ تذکرے کر کے اہل ایمان کو ایمان پر قائم رکھو ان کے حوصلے بڑھاؤ، اللہ پر ایمان و یقین کو پختہ کرو تاکہ وہ کفر اور اس کے پراپیگنڈے سے اور اس کی دھمکیوں سے مرعوب نہ ہوں اور ان کے ایمان میں کمزوری واقع نہ ہو اور انکی نظریں اس دنیا کے مفادات سے آگے جنت کے حصول پر اور دوزخ سے بچنے پر ہوں اور انکے عقائد و اعمال میں کمزوری واقع نہ ہو بلکہ یہ کفر اور اہل کفر سے نفرتوں میں زیادہ ہوں۔ ان کی دہشت گردیوں، ان کے ظلم و ہوس پرستی کو سمجھیں

اور اللہ سے اور اس کے رسول سے محبت میں ثابت قدم رہیں، اللہ کے دین پر پختہ رہیں۔

گویا قرآن کی اس آیت نے جہاں ایک بہت بڑی حقیقت ہمارے سامنے کھول دی وہیں کرنے کا کام بھی بتا دیا کہ جب ”رَبُّنَا اللّٰهُ“ کی بنیاد پر اہل ایمان کھڑے ہوں گے تو کفر کی طرف سے پراپیگنڈے، گھیراؤ، پابندیاں، دھمکیاں بھی شروع ہو جائیں گی اور ایسے وقت میں اہل ایمان تم نے نہ صرف خود ثابت قدم رہنا ہے بلکہ دوسروں کو بھی ”رَبُّنَا اللّٰهُ“ کے عقیدے پر قائم رکھنا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں جنگ احزاب کا موقع اس کی بہترین مثال ہے۔ آپ نے جب ایمان کی بنیاد پر کام شروع کیا تو دشمنی شروع ہو گئی۔ جوں جوں کام بڑھتا گیا کفر نے اپنی حکومتیں گرتی ہوئی محسوس کیں۔ یہود و صلیبی ظالموں اور سود خوروں کو اپنی خواہشات کی وجہ سے انسانیت پر ظلم اور آسمانی شریعتوں پر ظلم کرنیوالوں کو اپنا سب کچھ برباد ہوتا نظر آنے لگا تو سارا کفر جمع ہو گیا۔ قوتوں کے اتحاد بننے لگے، سارا کفر جمع ہو گیا، کس کے خلاف؟ جسے وہ صادق و امین کہتے تھے۔ جس کی زندگی پر ایک اعتراض بھی نہیں کر سکتے تھے، جس کی سچائی کو تسلیم کرتے تھے اور کیوں جمع ہوئے؟ قتل کے منصوبے کیوں بننے لگے؟ صرف ایمان کی وجہ سے کہ وہ کہتے تھے۔ اس کائنات میں اللہ کا حکم چلنا چاہیے۔ تمہارا حق نہیں کہ انسانوں کو اپنی خواہشات کا غلام بناؤ اور انہیں اپنے رب سے دور رکھو اور جہنم کا ایندھن بناؤ۔ تو اس

وقت اہل ایمان ڈٹ گئے۔ بہت پریشانیاں تھیں، معاشی حالات بالکل سازگار نہ تھے۔ کھانے پینے تک کے لیے کچھ نہیں ملتا تھا۔ پیٹوں پر پتھر باندھ رکھے تھے، اسلحہ اور مال اسباب بھی وافر میسر نہ تھے، باہر میدان میں نکل کر لڑنے کی طاقت بھی نہیں تھی، باہر سے بھی کوئی امید نہ تھی۔ پوری دنیا میں مدینہ کو تنہا کر دیا گیا تھا اور اندر سے منافقین یہود و نصاریٰ کے ایجنٹ مایوسیاں پھیلا رہے تھے کہ اب تمہارا کیا بنے گا؟ ساری دنیا تمہارے خلاف ہو چکی ہے، ان سے ڈر جاؤ۔ سورۃ احزاب پڑھ کر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کس قدر شدید حالات تھے۔ مگر ہمارے پیغمبر اور صحابہ کرام ایمان کی بنیاد پر ہی ڈٹ گئے اور کفار کے پراپیگنڈے کا توڑ کرنے لگے۔ لوگوں کو اللہ کی قوت پر مطمئن کرنے لگے۔ کہتے:

﴿ هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ ﴾

[الاحزاب : ۲۲]

”یہ وہی ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا تھا۔“

اس چیز کا اللہ نے ہمیں وعدہ دے رکھا تھا اور اللہ اور اس کے رسول سچے ہیں اور ان کے ایمان و یقین میں پختگی ہی آئی تھی کفر اپنی تمام تر چالوں کے ساتھ انہیں اس راستے سے بدگمان نہیں کر سکا اور یہی وقت ہوتا ہے اللہ کی نصرت کا، اس کی طرف سے مدد کے اترنے کا۔ حقیقت ہے کہ کفر کی ان یلغاروں، گھیراؤ، پابندیوں میں اللہ پر



ایمان میں ثابت قدم رہنا، بالکل پرواہ نہ کرنا اور مطمئن رہنا اللہ کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط سے مضبوط کر لینا، یہ عمل اللہ کی مدد اترنے کے لیے بنیاد بنتا ہے۔ اسباب و سائل بنیاد نہیں بنتے۔ ہجرت کے سفر میں جب نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ غار میں چھپے ہوئے تھے، کوئی طاقت پاس نہ تھی، کہیں سے حمایت میسر نہ تھی۔ کافرنگی تلواریں لیے دندناتے پھر رہے تھے اور غار کے اوپر چڑھے ہوئے تھے۔ اس وقت بھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے گھبراہٹ کا اظہار کیا تو ہمارے پیغمبر ﷺ نے یہی فرمایا تھا:

﴿لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا﴾

”دُغم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔“

یہاں بھی اللہ نے مدد کی اور احزاب کے موقع پر بھی مدد نازل کی۔ فرشتے اتار دیے، ہوائیں بھیج دیں اور لڑائی کا سارا معاملہ اللہ نے اپنے ذمے لے لیا۔

ہمارے کرنے کے کام:

آج بھی صورتحال یہی ہے۔ کفر اس دنیا میں دندناتا رہا تھا، جمہوریت کے نام پر کفار اپنی خواہشوں پر زندگی گزار رہے تھے، اللہ کی بڑائی و عظمت اور اس کی فرمانبرداری کا تصور ختم ہو رہا تھا۔ مسلم ملک، حکمران اور عوام بھی رب کی مرضی پر زندگی گزارنے کی بجائے کفار کی دوستی اور ان کی نقالی میں ہی کامیابی اور عزت تصور کرتے تھے۔ اسلام پر جاہلیت کے آوازے کسے جاتے تھے۔ اللہ اور اس کے رسول کے طریقوں کو برا سمجھا جاتا تھا۔ اسلام دب گیا اور کفار کے گروہ ایک دوسرے سے آگے

بڑھنے کے پروگرام لیے پھرتے تھے تو ایسے وقت میں پاک و افغان و سرزمین سے یہ نعرے بلند ہونے لگے کہ یہ زمین اللہ کی ہے، یہ آسمان اللہ کا ہے اور اس کائنات میں حکم اللہ کا چلنا چاہیے، اس ایمان کی بنیاد پر تربیت ہونے لگی۔ امت مسلمہ کے نوجوان دعوت و جہاد کے منہج کو سمجھ کر کفر کی غلامی چھوڑنے لگے۔ سنت پر عمل اللہ سے محبت، دین کے سچے جذبے، جنت کے حصول کی کوششیں ہونے لگیں۔ کفر کے پراپیگنڈے دم توڑنے لگے اور خواہشات کے پجاری جمہوری شیطانوں کو دین حق کے زبردست براہین کے سامنے اپنے باطل کی عمارت منہدم ہوتی نظر آنے لگی۔ کفر کی حکومتوں نے اپنے سامنے اسلام کو کلمہ حق کو بلند ہوتا دیکھا تو ہمیشہ کی طرح اب بھی کفر جمع ہو گیا۔ اس نے پراپیگنڈے شروع کر دیے، جھوٹے الزام لگا کر لوگوں کو گمراہ کرنا شروع کر دیا۔ اپنی طاقتوں کو لے کر وہ ان اہل ایمان پر چڑھ دوڑے۔ ان کے ایجنٹ بھی ان کی بولی بول رہے ہیں اور لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول سے پیچھے کھینچ رہے ہیں۔ تو یہ وقت ہے کہ اہل ایمان اپنے رب کے اعتماد کو پختہ کریں، رب کو سچا سمجھیں، اسے طاقتوں والا، عزت و ذلت کا مالک، حکومت دینے اور چھیننے والا جان کر استقامت اختیار کریں۔ اہل علم لوگوں کو پراپیگنڈوں سے نکالنے کے لیے مایوسیوں سے بچانے کے لیے رب کی قدرتوں کے تذکرے کریں۔ اللہ کی عظمت کو بیان کریں۔ انبیاء کے واقعات و اسلاف امت کے تذکرے کر کے ان کے اندر ایمان کے جذبات بھڑکائیں اور انہیں راہ حق پر ثابت قدم رکھیں کہ یہ وقت اسی کام کا تقاضا کرتا ہے۔ گھبرائیں نہیں کفر کے پراپیگنڈے میں نہ آئیں۔ بلکہ یہ جھوٹے اور بدترین لوگ ہیں۔ ان

سے نفرت کا درس دیں۔

مادی اسباب و وسائل کے پراپیگنڈے میں بھی نہ آئیں۔ ایسے تجزیے کرنے والے ذرا یہ تو سوچیں کہ جنگ بدر میں اللہ کے نبی ﷺ پاس کیا تھا؟ جنگ احزاب کے موقع پر ان کے پاس کیا تھا؟ نبی ﷺ کو نمونہ بنائیں۔ ایمان پر استقامت اور لوگوں کو قائم رکھنا، کفر کے پراپیگنڈے توڑنا، اللہ کی محبت پر دعوت و جہاد کے عمل پر ڈٹے رہنا، یہ اللہ کی مدد اترنے اور فرشتے اترنے کی بنیاد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ﴾

”بے شک وہ لوگ جو کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے۔“

پھر ان کے گھیراؤ ہوں، شیطانی قوتوں کی طرف سے دھمکیاں دشمنیاں دیکھیں تو پریشان ہو کر اللہ کو چھوڑ نہ دیں اپنے دین و ہدایت سے پیچھے نہ آئیں بلکہ ڈٹ جائیں اور دوسروں کو بھی قائم رکھیں تو:

﴿تَنْزِلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ﴾

”ان پر پھر فرشتے اترتے ہیں۔“

اور انہیں اللہ کی طرف سے بشارتیں دیتے ہیں کہ کوئی غم نہ کرو کوئی فکر نہ کرو تم ہی غالب ہو گے۔

افسوس کا مقام ہے کہ آج بہت سے لوگ کفر کے ان طوفانوں اور جھوٹے پراپیگنڈوں کو دیکھ کر اپنے رب سے، دین اور اپنے ایمان سے پیچھے ہٹ آئے اور



سیدھے کفر کی جھولی میں جا گرے۔ اللہ نے جہاد کو سب سے بڑا عمل قرار دیا۔ فرمایا میں ان لوگوں سے محبت کرتا ہوں جو صفیں باندھ کر اس کے راستے میں لڑتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے انہیں اعلیٰ ترین لوگ قرار دیا ہے۔ ان کو جنت کی بشارتیں دی ہیں۔ راہ جہاد کے گرد و غبار کی وجہ سے ہی جہنم کے دھوئیں کے حرام ہونے کے مژدے سنائے، حساب کتاب نہ ہونے اور سیدھے اللہ کے پاس اس کے عرش کے نیچے مقامات کے تذکرے فرمائے۔ مگر یہ لوگ کفر سے متاثر ہو کر اللہ اور اس کے رسول کی باتوں کے برعکس ان جہاد کے راہیوں کو برا سمجھنے لگے۔ ان سے بیزاری کا اظہار کرنے لگے اور کافروں ایسے ذلیل لوگوں کی تعریف و توصیف میں ان سے دوستیوں کو فروغ دینے میں لگ گئے اور تو اور کئی اہل علم جو بزعم خویش نبی کے وارث ہیں وہ بھی اللہ اور اس کے رسول اور جہاد سے غداریاں کرنے لگے۔ یہ کام اللہ کے غضب کو بھڑکانے والے ہیں، ان سے فوراً توبہ کریں۔ ان جھوٹے اور ذلیل لوگوں کے ساتھی نہ بنیں بلکہ اپنے سچے رب کا ساتھ دیں، سچے رسول ﷺ کے ساتھی بنیں اور سچے دین کے حمایتی بنیں۔ کفر کے جھوٹ کو پھاڑ کر ذرا حقیقت دیکھیں! کیا اللہ اپنے بندوں کے ہاتھوں ان کو ذلیل نہیں کر رہا؟ کیا ان کی نیندیں حرام نہیں ہو چکیں؟ یہ اپنے ملکوں میں مرعوب خوف زدہ اور ذلیل و پریشان نہیں؟ ان کی قوتیں گر رہی ہیں، ان کے ذلیل، ظالم اور دہشت گرد فوجی ہر روز مر رہے ہیں۔ اللہ اپنے مجاہد اور فدائی بندوں کے ہاتھوں ان کی درگت بنا رہا ہے۔ تو اس مدد کو دیکھ کر ہم سب مسلمان بھی اپنے آپ کو

دلیر بنائیں۔ اپنے دین حق پر ڈٹ جائیں، ایمان پر لوگوں کو مضبوط کریں۔ کفار سے نفرت، ان کی تہذیب سے نفرت، ان کے طریقوں سے نفرت کریں اور اللہ سے محبت کریں، اپنے رسول سے محبت کریں، اپنے دین سے محبت کریں، اپنے آپ کو دین و ایمان میں سچا بنائیں۔ یہی عمل ان شاء اللہ فرشتوں کے اترنے کا باعث بنے گا۔ کفر کی تباہی اور اسلام کے غلبہ کی بنیاد ہمیشہ ایمان و استقامت ہوتا ہے۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!!





عَنْ ثَوْبَانَ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: يُؤْتِيكَ أَنْ

تَدْعِيَ عَلَيْكَ الْأَمْنُ مِنْ كُلِّ أَقْبَى شَيْءٍ تَدْعِي الْأَكْلَةَ عَلَى
فَضْلَتِهَا قَالَ: قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَمِنْ قَلْبِي بِنَا يُؤْمِنُ؟ قَالَ: أَنْتُمْ
يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ وَلَكِنْ تَكُونُونَ غَنَاءَ غَنَاءِ السَّبِيلِ يَنْتَرِعُ الْمُهَابَةُ
مِنْ قُلُوبِ عَدُوِّكُمْ وَ يُحْمَلُ فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهْنُ، قَالَ: قُلْنَا وَ
مَا الْوَهْنُ؟ قَالَ حُبُّ الْمُهَابَةِ وَ كَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ -

[مسند احمد: ۲۷۸/۵۔ ابوداؤد، کتاب الملاحم]

”حضرت ثوبان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مقرب
تم پر ہر طرف سے قومیں اس طرح ٹوٹ پڑیں گی جیسے
کھانا کھانے والے دسترخوان پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ ہم نے کہا
یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہماری یہ حالت قلت تعداد کی وجہ سے ہوگی،
فرمایا: تم تعداد میں بہت زیادہ ہو گے۔ لیکن تمہاری حیثیت سمندر کی
جھاگ کی سی ہوگی۔ تمہارے دشمن کے سینوں سے تمہارا رعب نکل
جائیگا۔ اور تمہارے دلوں میں وجہ پیدا ہو جائے گا۔ ہم نے عرض کیا
وجہ کیا ہے؟ فرمایا زندگی سے محبت اور جہاد کی موت سے نفرت۔

Ph & Fax: 91-42-3230549
4 Lake Road Chuburji Lahore

دارالحدیث